بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ

صدق اللہ العظیم

کیوں نہ جب تم نے اس کو سنا تھا خیال کیا ہوتا ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں نے اپنے لوگوں پر بھلا خیال، اور کہا ہوتا یہ صریح طوفان ہے

الدَّفعُ المتِین

عن

الإفكِ المبِین

مصنّفہ

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا محمد فاروق صاحب اتراؤنوی دامت برکاتہم

ناشر

مکتبہ فاروقیہ، اتراؤں الٰہ آباد

الدفع المتین
عن
الافک المبین

مصنفہ

حضرت اقدس مولانا محمد فاروق صاحب دامت برکاتہم اترانوی

ناشر
مکتبہ فاروقیہ، اتراؤں الہ آباد

فہرست مضامین

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین

اَمَّا بَعْدُ سید المرسلین محبوب رب العالمین سردار دو عالم نبی مکرم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب چالیس برس کی عمر شریف میں نبوت سے سرفراز فرمائے جانیکے بعد اپنی نبوت کا اعلان فرمایا اور لوگوں کو توحید الٰہی کیطرف دعوت دی تو کفر و شرک کے خرمن میں آگ لگ گئی، اور باطل پرستوں میں ایک کھلبلی مچ گئی، لوگ آپکے دشمن ہوگئے اور ہر طرح سے دعوت و تبلیغ میں رکاوٹیں ڈالنی شروع کر دیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نصب العین اور مقصد کے پورا کرنے میں نہایت استقلال اور پامردی سے لگے رہے اور تمام عداوتوں اور رکاوٹوں کا پوری تندہی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے

حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پیغمبرانہ زندگی اعدائے دین اور دشمنان اسلام سے مقابلہ کرنے میں گذری۔ ابتدائی دور میں کفار مجاہر نے اپنی ساری تدبیریں صرف کر ڈالیں۔ آپکو ایذا پہونچانیکی جو جو صورتیں بھی کسی کے ذہن میں آسکتی تھیں انکے اختیار کرنے سے دریغ نہیں کیا جو ہاتھ اٹھتا وہ آپکو تکلیف دینے کیلئے، جو دماغ سوچتا تھا آپکو ایذا پہونچانے

کی سوچتیا تھا، مکہ معظمہ میں آپ تیرہ سال تک ظلم وستم کی بارش ہوتی رہی
آپ بحکم الٰہی صبر وتحمل فرماتے رہے اور پیغام الٰہی پہونچاتے رہے
آخر آپ نے بحکم خدا مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی، مدینہ
پہونچکر آپ اور آپکے ساتھی مسلمانوں کو جن مزید مصائب کا سامنا کرنا پڑا
وہ اکثر مکہ معظمہ سے بالکل مختلف تھیں۔ مدینہ طیبہ میں منافقوں کا ایک
گروہ تھا جو ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف انواع واقسام کی سازشوں
اور ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتا تھا۔ کفار کیطرف سے جو ایذائیں آپ کو
پہونچیں ان میں آخری اور سب سے زیادہ سخت روحانی، اخلاقی اور دینی ہر
اعتبار سے مُضر، موذی، دلخراش اور رنج دِہ ایذا یہ تھی کہ ازواج مطہرات
میں سب سے زیادہ عالم وفاضل، مقدس ترین ام المومنین، مریم امت محمدیہ
زوجۂ خیر البریہ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا اور انکے ساتھ مقدس
صحابیٔ رسول حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ پر طوفان اٹھایا
یعنی تہمت گھڑی، زیادہ رنج دِہ بات یہ ہوئی کہ چند سیدھے سادے مسلمان
بھی انکی سازش اور فتنہ سے متاثر ہو گئے،
اور مسلمانوں میں پھوٹ، انتشار، اور خانہ جنگی کا اندیشہ پیدا ہو گیا بلکہ اسکے
آثار بھی ظاہر ہونے لگے۔ انسان کیلئے سب سے بڑی چیز آبرو ہے اس پر حملہ
بڑے کمینہ اور خبیث دشمن کا کام ہے، غلط اور عزت وآبرو کے خلاف بے اصل
بے دلیل، ہوائی تہمت اور واقعات کی تشہیر، باہمی خانہ جنگی، تفریق
گروہ بندی، اور انتشار وپراگندگی کے اسباب کی فراہمی، عداوت پیشہ اور

غدار انسانوں کا بڑا ہتھیار اور انکا مقصودِ زندگی ہوتا ہے
وہ طوفانِ عظیم جو حبیبہ محبوب رب العالمین، مقدس زوجہ محترمہ ام المومنین
حضرت عائشہ صدیقہ پر اٹھایا گیا تھا۔ یعنی ان پر ناپاک اور گندی تہمت
لگائی گئی تھی وہ "اِفکِ عائشہ" کے نام سے مشہور ہے
افک کے اصلی اور لغوی معنی پلٹ دینے اور بدل دینے کے ہیں بدترین قسم
کے جھوٹ جو حق کو باطل اور باطل کو حق سے بدل دے، پاکباز متقی کو فاسق
اور فاسق کو متقی اور پرہیز گار بنادے۔ اس قسم کے جھوٹ کو بھی افک کہتے ہیں
بہتان باز منافقوں کی ایک پارٹی تھی، جو اسی قسم کی رکیک اور مبتذل
ورذیل حرکات کے چکر میں رہتی تھی، وہی اس لعنتی کام میں پیش پیش تھی،
اسکا سرغنہ اور رئیس، رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا۔
اس خبیث اور بے ایمان نے ایک ایک کان میں بنا بنا کر اور مصالحہ چڑھا چڑھا
کر خوب باتیں گھڑ گھڑ کر پہونچائی تھیں۔ یہانتک کہ بعض سادہ لوح
بھولے بھالے مسلمان بھی اس فتنے میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور انکی زبانیں
بھی کھلنے لگی تھیں۔ یہ چرچے اور چہ میگوئیاں قریب قریب مہینے بھر چلتی
رہیں۔ جسکا خطرناک اثر نہ صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی
ذات اور حیثیت پر پڑتا تھا بلکہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
بارگاہ مجد وشرف تک پہونچتا تھا۔ اسلئے پورے اہتمام اور قوت سے
اس خوفناک غلط کاری یا غلط فہمی کی اصلاح کیلئے اور ہمیشہ کے لئے
ایمان داروں کے کان کھولنے کیلئے اور آئندہ کبھی دشمنان عقل ودین کے

پسرو یاگنڈہ سے متاثر ہو کر ٹھوکر کھانیسے بچانیکے لئے اور اپنے محبوب پیغمبر اور انکی محبوبہ حرم محترم کی عزت و آبرو کی حفاظت کیلئے وحی ربانی آیاتِ قرآنی کا نزول ہوا۔ قذف یعنی تہمت زنا کی مذمت اور اسکی سزا اور ان کے اصولی احکام و قوانین کھول کھول کر بیان فرمائے گئے جس سے نہ صرف حضرت صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی طہارت بابلغ وجوہ نہایت کامل اور واضح طور پر ثابت ہوئی بلکہ بہ برکت طفیل ام المومنین انکے بیٹوں اور بیٹیوں کی عزت و آبرو کی حفاظت کیلئے راستہ صاف ہو گیا اور امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ کے افتراء و بہتان کیلئے تا قیام قیامت سامان وانتظام ہو گیا۔ فللہ الحمد اولاً و آخراً

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف جب پچیس برس کی ہو گئی تو حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہوا، ان کی عمر اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پندرہ برس زیادہ تھی، حضور سے پہلے ان کا نکاح دو شوہروں سے ہو چکا تھا جنکا یکے بعد دیگرے انتقال ہو چکا تھا۔ وہ بحالت بیوگی زندگی بسر کر رہی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اگرچہ اسوقت تک ظہور نہ ہوا تھا لیکن آپ کی دیانت

وامانت اور شرافت کا تمام مکہ والوں میں شہرہ تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر بھی یہ بات پوشیدہ نہ تھی۔ مزید براں حضور سے اپنا تجارتی کاروبار کرا کے آپکی دیانت داری سے بہت کافی نفع اٹھا کر آپکی دیانت و شرافت کا انکو تجربہ و مشاہدہ بھی ہو گیا تھا۔ چونکہ وہ ایک فہمیدہ اور عاقلہ خاتون تھیں ان تمام باتوں کے سننے اور دیکھنے سے انکو حضور سے ایک خالص اُنس اور سچا اعتقاد ہو گیا۔ لہٰذا انھوں نے حضور سے نکاح کر لیا۔ اب حضورؐ اور خدیجہؓ ایک ساتھ رہنے لگے۔ خدیجہ آپ کی دل سے عزت کرتی تھیں۔ ہر بات میں آپکی مرضی کو مقدم رکھتی تھیں۔ آپ بھی انکے ساتھ حد درجہ محبت و مروت کا معاملہ فرماتے تھے۔

حضرت خدیجہؓ کے پاس جو کچھ دولت تھی وہ آپ ہی کی سمجھی جاتی تھی۔ دنیاوی فکر سے آپکو بالکل آزادی ہو گئی تھی اور پہلے سے زیادہ فراغت و اطمینان سے عبادت میں مشغول ہونے لگے

پندرہ برس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ کو زندگی بسر کرتے ہوئے گذر گئے تو اب نبوت محمدیہ کے ظہور اور نور اسلام کے چمکنے اور پھیلنے کا زمانہ آگیا نبوت آنحضرت کی ظاہر اور نور اسلام کا چمکا۔ حضرت خدیجہؓ کو بہ تقاضائے عقل و تجربہ فوراً آپکی نبوت کا یقین ہو گیا۔ رحمت حق نے دستگیری کی اور سب سے پہلے وہی حضور کی رسالت پر ایمان لائیں اور آپکی ہر طرح تسلی کی باعث رہیں۔ آخر ظہور نبوت کے دس سال بعد اس پاک اور نیک بیوی نے پینسٹھ سال کی عمر میں اس دار فانی کو چھوڑ کر آخرت کا سفر اختیار کیا۔ اور حضور سے جدا ہو گئیں۔ حضرت خدیجہؓ کے انتقال فرمانیکے بعد آپکو نکاح فرمانیکی ضرورت

تھی ۔ صحابیٔ رسول حضرت عثمان رضؓ بن مظعون کی بی بی نے عرض لیا لہ
یا حضرت بیوہ اور کنواری دونوں قسم کی لڑکیاں موجود ہیں اگر آپ بیوہ
سے نکاح کرنا چاہیں تو زمعہ کی بیٹی سودہ سے ہوسکتا ہے اور کنواری کی
ضرورت ہے تو آپکے سب سے زیادہ قریبی دوست ابوبکرؓ کی بیٹی عائشہ موجود
ہے ۔ آپنے فرمایا، دونوں جگہ مناسب ہے بات کرو جہاں ہوجائے مناسب
ہے ۔ دونوں جگہ سے منظوری آگئی اور دونوں سے آپنے نکاح فرمالیا اور
حضرت عائشہ رضؓ کے نکاح کی تو ایک خاص شان ہے جسکا ذکر آگے ہے
حضرت ابوبکر صدیقؓ کا گھرانہ نور اسلام سے روشن اور منور ہوچکا تھا ۔ اور
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانثاری اور وفاداری اور خصوصیت
نمایاں ہوچکی تھی ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے انھیں عزیز ترین دوست اور سب سے افضل صحابی حضرت ابوبکر رضی اللہ
عنہ کی بیٹی تھیں ۔ اور ماں اُم رومانؓ تھیں ۔ شادی کے وقت بہت ہی کمسن
تھیں ، نکاح کیوقت رخصتی عمل میں نہیں آئی ۔ اور تین برس کے بعد حضورؐ
کی زندگی کا ممتاز اور اسلام کا ایک شاندار واقعہ **واقعۂ ہجرت** پیش آیا
اور آپؐ اور آپکے صحابہ مکہ معظمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کو ہجرت کر گئے ۔ پھر اور بہت
سے لوگوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی مدینہ منورہ ہجرت کر کے
پہونچ گئیں ، وہاں پہونچکر رخصتی عمل میں آئی ۔

اگرچہ مدینہ میں رہتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی دینی
وملی حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر اور بھی کئی عورتوں سے شادی کرلی تھی

لیکن تمام آپ ان سب کے درمیان عدل اور برابری کا بہت زیادہ لحاظ فرماتے
اور اس میں ذرا فرق نہ آنے دیتے تھے ۔ محبت اور خوش معاملگی تو ہر بیوی سے
فرماتے تھے لیکن جو محبت عائشہ رضؓ سے تھی وہ کسی بی بی سے نہ تھی اور دعا فرماتے
تھے کہ اللّٰھم ھٰذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا املک یعنی
اے اللہ یہ میری برابری ہے اس چیز میں جس پر مجھے قدرت ہے اور جس پر
مجھے اختیار نہیں یعنی محبت عائشہ تو مجھ سے اس بات میں مواخذہ نہ کیا جائے
حضرت عائشہ کی بزرگی اور فضیلت کیلئے یہی بہت کافی ہے کہ وہ حضور
کی بابرکت خدمت اور کیمیا اثر صحبت میں نو برس تک زندگی بسر کرتی رہیں اور
سب سے زیادہ آپکو محبوب تھیں ۔
حضرت عمرو بن العاص نے ایکمرتبہ سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکو
سب سے زیادہ کس سے محبت ہے آپنے ارشاد فرمایا عائشہ سے ، پوچھا مردوں میں
فرمایا اسکے باپ ابوبکر سے

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پرورش افضل الصحابہ
صدیق اکبر کی آغوش تربیت میں ہوئی ۔ آنکھ کھلی تو نورِ اسلام گھر میں آب و تاب
سے چمکتا ہوا دیکھا ۔ بچپن سے جوانی تک اس ذات منبع الکمالات کامل الصفات
کی کیمیا اثر صحبت بابرکت میں بسر کیا ۔ جو مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے دنیا میں آئی
تھی اور جسکے فرق اقدس پر " اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ " کا تاج رکھا گیا تھا ۔ اس
روحانی تربیت گاہ نے انکو اخلاق عالیہ کے اس رتبہ تک پہونچا دیا تھا جو انسانیت
کی ترقی کی آخری منزل ہے ۔ آپ ایک عالم فاضل عاقل وفہیم عابد و زاہد

ذہین و ذکی، صابر و قانع، سنجیدہ، رحمدل، اور نہایت بلند اخلاق خاتون
تھیں۔ مذہب و اخلاق اور تقدس کے ساتھ مذہبی، سیاسی، معاشرتی اور
ظاہری و باطنی کونسی خوبی تھی جو انکے اندر نہ تھی اور وہ کونسی فضیلت تھی
جو انکو حاصل نہ تھی۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت اور ہمنشینی
کی برکت نے ان کے اندر ساری خوبیاں تو جمع کر دی تھیں جنکے تفصیل کے
یہ اوراق متحمل نہیں۔ بعض کیطرف اسی کتاب میں واقعہ افک کے ضمن میں اشارہ
کر دیا گیا ہے۔ جو آگے ناظرین کرام کے ملاحظہ سے گذریگا ان شاء اللہ تعالی
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں نو سالہ زندگی میں بہت
سے عبرت خیز اور نصیحت آمیز واقعات پیش آئے مگر جو بہت ہی اہم اور عبرت
انگیز واقعہ پیش آیا وہ واقعہ افک ہی ہے اور وہی اس کتاب کا موضوع
اور مقصود ہے

واقعۂ افک

واقعہ افک کا بیان خود ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
کی زبانی بخاری شریف و دیگر کتب حدیث کی صحیح روایتوں میں موجود و مذکور
ہے۔ فرماتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ سفر میں جاتے وقت
آپ اپنی بیبیوں کے نام قرعہ ڈالتے تھے جس کا نام نکلتا اپنے ساتھ لیجاتے

چنانچہ ایک غزوہ یعنی غزوۂ مریسیع جسکو غزوہ بنی المصطلق بھی کہتے
ہیں۔ اسکے موقع پر میرا نام نکلا، میں آپکے ہمراہ چلی، یہ واقعہ پردے کی
آیتوں کے اترنیکے بعد کا ہے۔ میں اپنے ہودج میں بیٹھی رہتی اور جب
قافلہ کہیں ٹھہرتا تو میرا ہودج اتار لیا جاتا میں اسمیں بیٹھی رہتی، جب قافلہ
کوچ کرتا یونہی ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا جاتا۔ بہرحال اس غزوہ
میں ہم گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے فارغ ہوکر واپس لوٹے
اور مدینے کے قریب آگئے تو رات کو ایک جگہ پڑاؤ کیا، آخر شب قافلے کے
کوچ کرنیکی آواز لگائی گئی۔ اس وقت میں قضائے حاجت کیلئے نکلی ہوئی
تھی اور لشکر کے پڑاؤ سے دور جاکر میں نے قضائے حاجت کی، پھر واپس
لوٹی، لشکر گاہ کے قریب آکر میں نے اپنے گلے میں اس ہار کو ٹٹولا جو میں
اپنی بہن اسماء سے منگنی مانگ کر لائی تھی، ہار گلے میں نہ پایا میں واپس
اس ہار کے ڈھونڈھنے کیلئے چلی اور تلاش کرتی رہی۔ بالآخر وہ ہار مل
گیا۔ یہاں یہ ہوا کہ لشکر نے کوچ کر دیا۔ جو لوگ میرا ہودج اٹھاتے تھے
انھوں نے یہ سمجھکر کہ میں حسب عادت ہودج کے اندر رہی ہوں ہودج
اٹھا کر اونٹ پر رکھدیا اور چل پڑے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اسوقت تک عورتیں نہ کچھ ایسا کھاتی پیتی تھیں
نہ وہ بھاری بدن کی بوجھل تھیں۔ خصوصاً میں۔ لہٰذا میرے ہودج اٹھانے
والوں کو میرے ہونے نہ ہونیکا مطلق پتہ نہ چلا۔ اور میں اسوقت
اوائل عمر کی تو تھی ہی۔ الغرض بہت دیر کے بعد مجھے میرا ہار ملا۔ یہاں

میں جو پہونچی تو قافلہ کوچ کر چکا تھا۔ کسی آدمی کا نام و نشان نہ تھا، نہ
کوئی پکارنیوالا اور نہ کوئی جواب دینے والا۔ میں اپنے نشان کے مطابق
وہیں پہونچی جہاں ہمارا اونٹ بٹھایا گیا تھا اور وہیں انتظار میں بیٹھ گئی
کہ جب آگے چل کر میرے نہونیکی خبر پائینگے تو مجھے تلاش کرنیکے لئے یہیں آئینگے
مجھے بیٹھے بیٹھے نیند آگئی، اتفاق سے حضرت صفوان بن معطل سلمیؓ ذکوانی رضی اللہ
عنہ جو گری پڑی اور بھولی بسری چیزوں کے واسطے لشکر کے کچھ پیچھے رہتے
تھے اور پچھلی رات کو چلے تھے یہاں پہونچ گئے۔ صبح کے منہ اندھیرے میں
انکو ایک کالی سی چیز دور پڑی ہوئی معلوم ہوئی قریب آئے تو محسوس ہوا
کہ کوئی سوتا ہوا آدمی ہے ایک سوتے ہوئے کو دیکھکر خیال آنا ہی تھا
چنانچہ انھوں نے غور سے دیکھا تو چونکہ پردے کے حکم سے پہلے وہ
مجھے دیکھے ہوئے تھے دیکھتے ہی پہچان گئے اور باآواز بلند زبان سے
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ صادر ہو گیا۔ انکی آواز سنتے ہی میری آنکھ
کھل گئی اور میں اپنی چادر سے اپنا منہ ڈھانپ کر سنبھل کر بیٹھ گئی،
انھوں نے جھٹ اپنا اونٹ بٹھا دیا اور اس کے اگلے پاؤں پر اپنا پیر رکھدیا
میں اٹھی اور اونٹ پر سوار ہو گئی۔ انھوں نے اونٹ کو کھڑا کر دیا۔ اور
بھگاتے ہوئے لے چلے۔ خدا کی قسم نہ وہ کچھ مجھ سے بولے نہ میں نے ان سے
کوئی کلام کیا۔ نہ سوائے اِنَّا لِلّٰہِ الآیۃ کے میں نے انکے منہ سے کوئی کلمہ سنا
دوپہر کے قریب ہم اپنے قافلے سے مل گئے یہ ہے واقعہ، بس اتنی سی بات
کا ہلاک ہونیوالوں نے تبنگڑ ابنالیا۔

ان کا سب سے بڑا سرغنہ اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانیوالا رئیس المنافقین
عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ اتفاق سے مدینہ آتے ہی میں بیمار ہو گئی
اور مہینے بھر تک بیماری میں گھر ہی میں رہی۔ نہ میں نے کچھ سنا نہ کسی نے
مجھ سے کچھ کہا۔ جو کچھ شور و غل لوگوں میں ہو رہا تھا میں اس سے محض
بے خبر تھی۔ البتہ حضور کی نظر کچھ میری طرف سے پھری ہوئی معلوم ہوتی
تھی۔ میرے جی میں یہ خیال گذرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
مہر و محبت میں کمی کی کیا وجہ ہے؟ بیماری میں عام طور پر جو شفقت
حضور کو میرے ساتھ ہوتی تھی اس بیماری میں وہ بات نہ پاتی تھی۔
اس لئے مجھکو رنج تو بہت ہوتا مگر وجہ معلوم نہ تھی۔ بس آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے، سلام کرتے اور دریافت فرماتے کہ طبیعت
کیسی ہے اور کوئی بات نہ کرتے۔ اس سے مجھے بڑا صدمہ ہوتا مگر افترا،
بازوں کی تہمت سے میں بالکل غافل تھی

شور و غوغا اور جا بجا چرچا تو تھا ہی، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ، اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بلوایا
وحی نازل ہونے میں دیر ہو رہی تھی۔ خدا کیطرف سے آپ کو کوئی
بات معلوم نہ ہوتی تھی۔ اسلئے آپنے ان دونوں حضرات سے مشورہ
کیا کہ کیا کیا جائے۔ انکو الگ کر دیں یا کیا؟
حضرت اسامہؓ نے تو صاف کہا کہ یارسول اللہ ہم آپکے اہل میں کوئی برائی
نہیں جانتے۔ ہمارے دل انکی محبت اور عزت اور شرافت کی گواہی

دینے کیلئے حاضر ہیں ۔ ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ یا رسول اللہ! خدا کی طرف سے آپ پر کوئی تنگی نہیں ہے، عورتیں ان کے سوا بھی بہت ہیں۔ اگر آپ گھر کی خادمہ سے پوچھیں تو آپ کو صحیح واقعہ معلوم ہو سکتا ہے ۔ آپنے اسی وقت گھر کی خادمہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور فرمایا کہ عائشہ کی کوئی بات شک و شبہ والی کبھی بھی دیکھی ہو تو بتلاؤ ، بریرہ نے کہا، اس خدا کی قسم جس نے آپکو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے ۔ عائشہ سے کوئی بات کبھی بھی اس قسم کی نہیں دیکھی ۔ ہاں صرف یہ بات ہے کہ کم عمری کیوجہ سے ایسا ہو جاتا ہے کہ کبھی کبھی گندھا ہوا آٹا یونہی چھوڑ دیتی ہیں اور سو جاتی ہیں تو بکری آکر کھا جاتی ہے ۔ اس کے سوا میں نے کوئی قصور ان کا کبھی نہیں دیکھا ۔ چونکہ کوئی ثبوت اس واقعہ کا نہیں ملا اس لئے اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں منبر پر کھڑے ہو گئے اور مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا

یا معشر المسلمین من یعذرنی من رجل قد بلغنی اذاہ فی اھل بیتی فواللہ ما علمت علی اھلی الا خیراً وقد ذکروا رجلا ما علمت علیہ الا خیراً وما کان یدخل علی اھلی الا معی

اے معشر المسلمین! کون ہے جو مجھے اس آدمی (یعنی عبداللہ بن ابی) کی ایذاؤں سے بچائے جس نے مجھے ایذا پہونچاتے پہونچاتے میرے اہلبیت (یعنی گھر والیوں) میں بھی مجھے ایذائیں پہونچانی شروع کر دیں ۔ واللہ جہانتک جانتا ہوں مجھے اپنی گھر والیوں میں سوائے خیر کے اور

کچھ بات نہیں معلوم ہوتی ۔ اور جس شخص (صفوان بن معطل) کا نام لوگ لے رہے ہیں میرے علم میں تو اسکے متعلق بھی سوائے خیر کے اور کچھ نہیں وہ تو میرے گھر میرے ساتھ ہی آتا تھا ۔

یہ سنتے ہی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ! میں ہوں، اگر وہ میرے قبیلۂ اوس سے ہو گا تو ہم ابھی اس کا سر تن سے جدا کرتے ہیں اور اگر وہ آدمی ہمارے خزرج بھائیوں سے ہے تو بھی آپ جو حکم دیں ہمیں اسکی تعمیل میں کوئی عذر نہ ہو گا ۔ یہ سنکر خزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے ۔ تھے تو یہ بڑے نیک بخت، مگر حضرت سعد بن معاذ کی گفتگو سے انھیں اپنے قبیلۂ خزرج کی رگِ حمیت پھڑک اٹھی اور اپنے قبیلہ کی طرفداری کرتے ہوے حضرت سعد بن معاذ سے کہنے لگے۔ کہ نہ تو تو اسے قتل کرے گا اور نہ قتل کر سکتا ہے ۔ اگر وہ تیرے قبیلہ کا ہوتا تو تو اسکا قتل کیا جانا کبھی پسند نہ کرتا

یہ سنکر حضرت سعد بن معاذ کے بھتیجے اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے ، کہنے لگے کہ اے سعدؓ بن عبادہ تم جھوٹ کہتے ہو، ہم اُسے ضرور مار ڈالیں گے، تم منافق ہو، اسلئے منافقوں کی طرفداری کرتے ہو ۔ اب اُن کی طرف سے اُن کا قبیلہ اور ان کیطرف سے اِن کا قبیلہ ایک دوسرے کے مقابلے پر آگیا ۔ اور قریب تھا کہ اوس اور خزرج کے یہ دونوں قبیلے باہم لڑ پڑیں (منافقوں کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو رہا تھا)

یعنی نعوذ باللہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے
خاندان کی بدنامی حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اور خاندان میں
تفریق، اسلام کے برادرانہ اتحاد اور اجتماعی قوت میں رخنہ اندازی
مذہب اسلام کی ہوا خیزی وغیرہ یہ ناپاک مقاصد پورے ہوا چاہتے
تھے) مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر ہی پر سے انلوگوں کو سمجھانا
اور چُپ کرانا شروع کر دیا۔ بارے دونوں طرف سے خاموشی ہوگئی
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی چپکے ہو رہے

ادھر میرا یہ حال ہوا کہ اسوقت تک گھروں میں بیت الخلاء بنے
ہوئے نہ تھے اور عرب کی عادت قدیم کے مطابق ہم لوگ قضائے حاجت
کیلئے صبح و شام میدان جایا کرتے تھے۔ گھروں میں پاخانے سے عرب
میں اسوقت عام طور سے نفرت تھی۔ حسب عادت میں اُمّ مِسطح بنت ابی رحم
بن عبد المطلب کے ساتھ قضائے حاجت کیلئے چلی۔ اسوقت بیماری کی
وجہ سے میں بہت کمزور ہو رہی تھی۔ امّ مسطح میرے والد حضرت ابو بکر صدیق
رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ ان کے لڑکے کا نام مسطح تھا۔ جب ہم واپس آنے
لگے تو حضرت ام مسطح کا پاؤں چادر کے دامن میں الجھا اور بے ساختہ ان
کی زبان سے نکلا۔ تَعِسَ مِسْطَحٌ، مسطح ہلاک ہو،
میں نے کہا اے میری ماں اپنے بیٹے کو ایسا کہتی ہو، وہ چپ رہیں،
دوبارہ انھوں نے پھر کوسا، پھر میں نے وہی کہا، تیسری بار انھوں نے
پھر کوسا تو میں نے کہا، بِئْسَ مَا قُلْتِ اَتَسُبِّیْنَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا ""

تم نے بہت برا کلمہ منہ سے نکالا (توبہ کرو) تم اس شخص کو گالی دیتی
ہو جس نے جنگِ بدر میں شرکت کی۔ انھوں نے کہا کہ واللہ میں تو تمہارے
ہی بارے میں اس کو کوس رہی ہوں۔ میں نے کہا "فِی اَیِّ شَاْنِیْ"
میرے کس بات میں۔ قَالَتْ اَیْ ھَنْتَاہُ اَوَلَمْ تَسْمَعِیْ مَا قَالَ ام مسطح نے
کہا اے سادہ مزاج بھولی بی بی، کیا تم نے نہیں سنا کہ اس نے کیا کہا،
میں نے کہا، کیا کہا ہے، ام مسطح نے کہا کہ مسطح بھی ان لوگوں میں ہے
جو آپکو بدنام کرتے پھر رہے ہیں۔ یہ سُنکر مجھے سخت حیرت ہوئی، میں مُصر
ہوئی کہ کم سے کم مجھے واقعہ تو بتاؤ، اب انھوں نے تہمت تراش لوگوں کی
تمام کارستانیاں مجھے سنائیں۔ میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، پیروں
تلے سے زمین نکل گئی۔ ایکدم رنج و غم کا پہاڑ مجھ پر لوٹ پڑا۔ مارے صدمہ
کے میں اور زیادہ بیمار ہوگئی۔ بیمار تو پہلے ہی تھی۔ اس غم نے تو نڈھال
کر دیا۔ جوں توں کر کے گھر پہونچی۔ اب صرف یہ خیال دامنگیر تھا کہ اپنے
میکے جاکر اور اچھی طرح تو معلوم کر لوں کہ کیا واقعی میری نسبت ایسی افواہ
پھیلائی گئی ہے۔ اور کیا کیا مشہور کیا جا رہا ہے۔ اتنے میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے سلام کیا اور دریافت
فرمایا کیا حال ہے۔

میں نے کہا اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے والدِ محترم کے یہاں ہو آؤں
آپنے اجازت دیدی۔ مجھے اس وقت بخار چڑھ آیا تھا۔ میری والدہ کے
گھر پہونچانیکے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام (لڑکا) ساتھ کر دیا

تھا۔ میں والد کے گھر پہونچی۔ تو میری والدہ ام رومان نیچے ہی تھیں اور والد حضرت ابوبکر صدیقؓ کوٹھے پر تلاوت کلام پاک میں مشغول تھے۔ والدہ صاحبہ نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا۔ آج کیسے آنا ہوا، تو میں نے تمام بپتا کہہ سنائی۔ اور پوچھا اماں جان! لوگوں میں کیا باتیں پھیل رہی ہیں میں نے دیکھا کہ میری والدہ کو میری طرح بہت زیادہ رنج نہیں تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اسکو معمولی بات سمجھ رہی ہیں۔

چنانچہ انھوں نے فرمایا، بیٹی یہ تو نہایت معمولی بات ہے تم اپنا دل اتنا بھاری مت کرو۔ کسی شخص کی اچھی بیوی جو اسے محبوب ہو، اور اس کی سوکنیں بھی ہوں وہاں ایسی باتوں کا کھڑا ہونا لازمی ہے

میں نے کہا، سبحان اللہ! کیا واقعی لوگ میری نسبت ایسی افواہیں اڑا رہے ہیں۔ میں نے والدہ محترمہ سے پوچھا کہ میرے والد صاحب کو بھی اس کا علم ہے۔ انھوں نے کہا ہاں، میں نے کہا اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک بھی یہ خبر پہونچی ہے۔ جواب دیا کہ ہاں۔ اب تو مجھے پھوٹ پھوٹ کر رونا آنے لگا۔ یہاںتک کہ میرے رونے کی آواز والد کے کانوں میں پہونچی۔ وہ جلدی سے نیچے آئے۔ دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے۔ والدہ نے کہا کہ انھیں تہمت کا علم ہو گیا ہے جو ان پر لگائی گئی ہے۔ یہ سنکر اور میری حالت دیکھکر میرے والد صاحب کے آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اور فرمانے لگے، بیٹی! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم ابھی اپنے گھر کو لوٹ جاؤ، چنانچہ میں واپس چلی گئی۔

(اور حضرت ام رومان کا بیان ہے کہ فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا (یعنی جب حضرت عائشہ کو معلوم ہوا کہ اس تہمت کا علم ابوبکر صدیقؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو گیا ہو گیا ہے) تو بے ہوش ہو کر گر پڑیں)

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے رنج و غم نے اس قدر گھیرا کہ بیان سے باہر ہے۔ اسوقت سے جو رونا شروع ہوا تو واللہ ایک دم بھر کے لئے بھی میرے آنسو نہ تھمے، سر ڈال کر روتی رہی۔ کس کا کھانا کہاں کا پینا اور کیسی نیند اور کہاں کی بات چیت، رنج و غم اور رونا تھا اور میں تھی، ساری رات اسی حالت میں گذاری کہ نہ آنسو کی لڑی تھمی اور نہ آنکھوں میں نیند کا سرمہ لگا۔ یہانتک کہ میں دو دن اور ایک رات برابر روتی رہی صبح میرے والدین یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت ام رومانؓ دونوں میرے پاس تشریف لائے۔ اس خیال سے کہ کہیں روتے روتے میرا دل نہ پھٹ جائے۔ وہ میرے پاس ابھی بیٹھے ہی تھے کہ ایک انصاریہ عورت نے اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے اندر بلا لیا وہ آئی اور میرے ساتھ وہ بھی رونے لگی۔ یہانتک کہ عصر کا وقت آگیا۔ میرے والدین میرے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے

میری ساری پنڈلی بھبھک رہی تھی اور زور کا بخار چڑھا ہوا تھا میں کانپ رہی تھی۔ والدہ نے لحاف اڑھا دیا۔ بعد عصر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا کیا حال ہے۔ والدہ نے کہا جاڑے سے بخار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ

فَلَعَلَّ فِی حَدِیۡثٍ یُّحَدِّثُ بِہٖ ،، یہ کیفیت شاید اسی افک وبہتان کی خبر
سے ہوئی ہے جو کہی جارہی ہے

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے توسلام کرکے بیٹھ گئے
خدا کی قسم جب سے یہ بہتان بازی ہوئی تھی آجتک رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم میرے پاس کبھی نہیں بیٹھے تھے ۔ ایک مہینہ ہوچکا تھا کہ حضور
کی حالت یہی تھی ۔ آپکے پاس میری پاک دامنی کی کوئی وحی بھی نہیں آئی
تھی کہ فیصلہ ہوسکے ۔ بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد حمد وثنا کے
فرمایا کہ اے عائشہ اگر تم سے کوئی گناہ ہوگیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ
کرو ۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے ۔ وہ انصاریہ عورت
دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر
پر میں نے کہا ۔

الا تستحی من ھذہ المراۃ ان تذکر شیئاً کیا آپ اس عورت سے
بھی نہیں شرماتے جوایسی بات اس عورت کے سامنے کہہ رہے ہیں (یعنی
ایک غیر عورت گھر میں موجود ہے) ــ فرماتی ہیں

فَتَشَہَّدَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم حین جلس ثم قال اما بعد
یا عائشۃ فانہ قد بلغنی عنک کذا
فان کنت بریئۃ فسیبرئک اللہ
وان کنت الممت بذنب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھے تو
کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا، اما بعد
اے عائشہ تمہاری نسبت مجھے ایسی
ایسی خبر پہونچی ہے اگر واقعی تو پاک
دامن ہے تو اللہ تعالیٰ تیری پاکیزگی

فاستغفری اللہ وتوبی الیہ فان
العبد اذا اعترف بذنب ثم تاب
الی اللہ تاب اللہ علیہ

کو ظاہر فرمادیگا اور اگر تو کسی گناہ
میں آلودہ ہوگئی ہے تو اللہ تعالیٰ
سے استغفار کر اور اس سے توبہ کر،

بندہ گنہ گار جب اپنے گناہ کا اعتراف کرکے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے اور
جھکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کرتا ہے اور بخشش دیتا ہے

آپ اتنا کہہ کر خاموش ہوگئے ۔ یہ سنتے ہی میرا رونا دھونا سب
ختم ہوگیا ۔ آنسو ختم ہوگئے ۔ یہانتک کہ میں آنسو کا ایک قطرہ بھی نہیں
پاتی تھی ۔ میں نے اپنے والد سے درخواست کی کہ میری طرف سے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ہی جواب دیجئے انھوں نے فرمایا، واللہ میرے
سمجھ میں نہیں آتا کہ میں حضور کو کیا جواب دوں ۔ اب میں نے اپنی والدہ
کیطرف دیکھا اور ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب
دیں ۔ لیکن انھوں نے بھی یہی کہا ۔ کہ میں نہیں سمجھ سکتی کہ میں حضور کو کیا
جواب دوں ۔ آخر میں نے خود ہی جواب دینا شروع کیا ۔ میری عمر کچھ زیادہ
نہ تھی نہ مجھے زیادہ قرآن حفظ تھا (اسوقت اس رنج وغم اور انتہائی
صدمہ کی حالت میں جب کہ اچھے اچھے عقلاء کو بھی کوئی معقول کلام کرنا آسان
نہیں ہوتا حضرت صدیقہ نے جو کچھ فرمایا وہ ایک عجیب وغریب عاقلانہ
وفاضلانہ کلام ہے ۔ چنانچہ فرماتی ہیں

واللہ لقد عرفت لقد سمعتم ھذا
الحدیث حتی استقر فی انفسکم

اللہ کی قسم میں خوب سمجھ گئی کہ آپ
لوگوں نے اس بات کو سنا اور

وصدقتم بہ ولئن قلت لکم انی بریئة واللہ یعلم انی بریئة لا تصدقونی ولئن اعترفت لکم بامر واللہ یعلم انی بریئة لتصدقنی واللہ لا اجد لی ولکم مثلاً الا کما قال ابو یوسف فصبر جمیل واللہ المستعان علیٰ ما تصفون ط

سنتے رہے یہانتک کہ آپ لوگوں کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور آپ نے مان لی اور عملاً اس کی تصدیق کرلی اب اگر میں یہ کہتی ہوں کہ میں اس سے بَری ہوں جیساکہ اللہ جانتا ہے کہ واقع میں میں بَری ہوں تو آپلوگ میری تصدیق نہ کریں گے اور اگر میں کسی بات کا اعتراف کرلوں حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ میں بَری ہوں تو آپ میری بات مان لیں گے۔ واللہ اب میں اپنے اور آپکے معاملے میں کوئی مثال سوائے اسکے نہیں پاتی جو یوسف علیہ السلام کے والد یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کی غلط بات سن کر فرمائی تھی کہ میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں اور اللہ سے اس معاملے میں مدد طلب کرتا ہوں جو تم بیان کر رہے ہو

فرماتی ہیں کہ اس وقت یعقوب علیہ السلام کا نام یاد نہ آیا

اتنا کہہ کر میں اپنے بستر پر لیٹ گئی اور کروٹ پھیر لی۔ خدا کی قسم مجھے یقین تھا کہ چونکہ میں پاک اور بَری ہوں اسلئے اللہ تعالیٰ ضرور میری برأت اپنے رسول پر ظاہر کردیگا۔ لیکن یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ میرے بارے میں کلامِ خدا کی آیتیں نازل ہوں گی

جو ہمیشہ تلاوت کیجائینگی۔ میں اپنا مقام اس سے بہت کم محسوس کرتی تھی۔ ہاں مجھے زیادہ سے زیادہ یہ خیال گذرتا تھا کہ ممکن ہے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میری برأت دکھلادیںگے۔ مگر خدا کی قسم ابھی نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے ہٹے تھے اور نہ ہی گھر والوں میں سے کوئی باہر نکلا تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کے آثار شروع ہوگئے اور وحی کی پوری کیفیت طاری ہوگئی اگرچہ سخت جاڑے کے دن تھے مگر پیشانی مبارک سے پسینہ کے قطرے موتیوں کیطرح گرنے لگے ہم سب ساکت وصامت ہوگئے۔

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ

فاما انا فواللہ ما فزعت قد عرفت انی بریئة وان اللہ غیر ظالمی واما ابوای فما سُرّی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی ظننت لتخرجن انفسہما خوفا من ان یاتی من اللہ تحقیق ما یقول الناس

جسوقت آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا خدا کی قسم میں بالکل نہیں گھبرائی کیونکہ میں جانتی تھی کہ میں بالکل بری ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ مجھ پر ظلم نہیں فرمائیں گے۔ لیکن میرے ماں باپ کا یہ حال تھا کہ میں سمجھی کہ انکی جان ضرور نکل جائیگی۔ کیونکہ انکو یہ خوف تھا کہ کہیں وحی اسی کے موافق نہ اتر جائے جیسا لوگ کہہ رہے ہیں۔

میرے والد ابوبکر کا یہ حال تھا کہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف دیکھتے اور کبھی میری طرف۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کیطرف نظر کرتے توانکو یہ اندیشہ ہوتا کہ نہ معلوم آسمان سے کیا حکم نازل ہو پھر قیامت تک نہ ٹل سکے گا۔ اور جب میری طرف دیکھتے تو میرے سکون و اطمینان کو دیکھکر انکو ایک گونہ امید ہوتی۔

سوائے میرے سارا گھر اسی خوف و رجا اور امید و بیم کے درمیان تھا۔ کہ وحی کی کیفیت ختم ہوئی۔ وحی اتر چکی، میں نے دیکھا کہ رخِ انور پر فرحت اور بشاشت کے آثار نمودار ہیں۔ چہرۂ مبارک جوش اور فرطِ مسرت سے شگفتہ ہو رہا ہے۔ مسکراتے ہوئے اور دست مبارک سے جبین منور کا پسینہ پوچھتے ہوئے میری طرف دیکھا۔ پہلا کلمہ جو زبانِ مبارک سے صادر ہوا، وہ تھا

ابشری یا عائشۃ فقد انزل اللّٰہ براءتک — خوش ہوجا اے عائشہ پروردگارِ عالم نے تیری برأت اور پاکدامنی نازل فرمادی۔

فرماتی ہیں

وکنت اشد ماکنت غضبا — اسوقت مجھکو بہت زیادہ غصہ اور ملال تھا کہ دیکھو توان لوگوں کو میری بات کا یقین نہیں آیا

میری برأت کی بشارت سنکر میرے والدین فرطِ مسرت سے جھوم اٹھے اور مجھ سے فرمایا

قومی الیہ ،، اٹھو اور حضور کا شکریہ ادا کرو

میں نے کہا۔

واللّٰہ لا اقوم الیہ ولا احمدہٗ ولا احمدکما ولکن احمد اللّٰہ الذی انزل براءتی لقد سمعتموہ فما انکرتموہ ولا غیرتموہ — واللہ میں انکے لئے نہ اٹھوں گی اور نہ ان کا شکریہ ادا کرونگی اور نہ آپ دونوں کا شکریہ ادا کرونگی، ہاں اس خدا اور پاک پروردگار کا شکر ادا کرونگی جس نے میری برأت اور پاکدامنی نازل فرمائی۔ تم لوگوں نے تو افواہ پر کان دھر لیا تھا۔ نہ تو تم نے اس کا انکار کیا اور نہ تم کو غیرت آئی،

بعد ازاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیاتِ برات کی تلاوت فرمائی جب آیاتِ برأت کی تلاوت سے فارغ ہوئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی لختِ جگر نورِ نظر کی عصمت و عفت طہارت و نزاہت اور مقام کی رفعت و علوِ مرتبت پر علّام الغیوب جل و علا شانہ کی شہادت سن لی تو آپ پر مسرت اور بیخودی کا عالم طاری ہوگیا۔ چنانچہ اٹھے اور عفت مآب اور عصمت جناب بیٹی کے پیشانی مبارک کو چوم لیا، بیٹی نے کہا، اَلَا عَذَرْتَنِیْ اے باپ پہلے سے آپنے مجھ کو کیوں نہ معذور اور بے قصور سمجھا فرمایا

اَیُّ سماءٍ تظلنی واَیُّ ارضٍ تقلنی اذا قلتُ مالا اعلم — کون سا آسمان مجھ پر سایہ ڈالے اور کونسی زمین مجھکو اٹھائے اور تھامے جبکہ میں اپنی زبان سے وہ بات کہوں جس کا مجھکو علم نہ ہو،

(فتح الباری بحوالہ طبری و ابو عوانہ روح المعانی بحوالہ بزار)

میرے اس واقعہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے بھی دریافت فرمایا تھا جو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ تھیں اور میری سوکن تھیں
انھوں نے جواب دیا تھا کہ

یا رسولَ اللہ اَحْمِی سَمْعِی وَبَصَرِی	یا رسول اللہ میں اپنے کان اور
وَاللّٰہِ مَا عَلِمْتُ عَلَیْھَا اِلَّا خَیْرًا	آنکھ محفوظ رکھتی ہوں خدا کی قسم

عائشہ کے بارے میں سوائے خیر اور بھلائی کے اور کچھ نہیں جانتی ہوں"
وَاِنَّ اللّٰہَ عَصَمَھَا بِالْوَرَعِ "، یقیناً اللہ تعالیٰ نے ورع کی برکت
سے انکو (زینبؓ کو) اس فتنہ سے محفوظ رکھا
البتہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت حمنہ نے میرے
بارے میں زبان کھولی اور ہلاک ہونیوالوں میں شامل ہوگئی، اور اپنی
بہن زینب کو بھی بہت کچھ بھلا دے دیئے بلکہ لڑلڑ پڑیں لیکن انھوں نے
میری برائی کا کوئی کلمہ منھ سے نہیں نکالا۔ شر کے پھیلانے میں
حضرت مسطح بن اثاثہ بھی شریک تھے۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
کے خالہ زاد بھائی تھے، غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ہیں۔ میرے والد
حضرت ابوبکر ان کی محتاجی اور قرابتداری کیوجہ سے ہمیشہ ان کے
ساتھ سلوک کرتے اور برابر کچھ دیتے رہتے تھے، جب میری پاکدامنی
ثابت وظاہر ہوگئی تو والدِ محترم نے کہا کہ جب اس شخص نے میری بیٹی
پر تہمت باندھنے میں حصہ لیا تو اب میں اس کے ساتھ کچھ بھی سلوک

نہ کرونگا مگر جب اللہ تعالیٰ کیطرف سے آیت اتری جس کا ذکر آگے
آرہا ہے تو انھوں نے حضرت مسطح کا وظیفہ جاری کر دیا
تہمت میں شریک ہونیوالوں میں شاعر رسول اور صحابی حضرت
حسان بن ثابت بھی تھے
حسان بن ثابت کی ۵۵ھ مطابق ۶۷۴ء میں وفات ہوئی، کنیت
ان کی ابوالولید، لقب شاعر رسول اللہ تھا، مدینہ منورہ میں پیدا
ہوے۔ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، آخر عمر میں اسلام لائے،
ضعف قلب کیوجہ سے سوائے غزوۂ بدر کے کسی غزدہ میں شریک نہیں
ہوئے۔ اپنی زبان سے ہمیشہ جہاد کیا۔ قریش کے اسلام دشمن
شعراء کی ہجو کا مسکت اور دندان شکن جواب دیا کرتے تھے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم انکے لئے مسجد میں کرسی رکھوا دیتے تھے اور اس پر
بیٹھ کر شعر پڑھتے تھے۔ حضور نے انکو دعا دی کہ اللھم ایدہ بروح
القدس "، اے اللہ روح القدس سے ان کی تائید فرما۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت حسان نے بڑے پُر درد
مرثیے لکھے، اپنے اشعار میں ام المومنین عائشہ صدیقہ کی مدح کی ہے اور
حضور کے حکم سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بھی مدح کی ہے
شاعری کے لحاظ سے جاہلیت کے بہترین شاعر تھے۔ کفار کی ہجو اور
مسلمانوں کی شان میں آپنے بیشمار اشعار کہے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ
عنہ کے زمانہ میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ "

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس قصے کو زبان پر لانیوالے تین مخلص مسلمان، مسطح بن اثاثہ، حسان بن ثابت، اور حمنہ بنت جحش تھے، اور چوتھا منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول تھا (جو بیٹھے بیٹھے جھوٹ گھڑا کرتا تھا) چنانچہ اس بہتان کی ابتدا عبداللہ بن ابی اور حمنہ کیطرف سے ہوئی،

میری برأت نازل ہونیکے بعد دو مرد دں مسطح اور حسان اور ایک عورت حمنہ کو تہمت کی حد لگائی گئی۔ یعنی اسّی اسّی درّے مارے گئے اور منافقوں سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا،، لیکن

رواہ الطبرانی عن عمرؓ انہ صلی اللہ علیہ وسلم حدّ عبدؔ اللہ حدین کذا فی الدر وکان ذلک خاصاً طبرانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ کو دوہری حد لگائی جیساکہ درّمنثور میں ہے۔ پھر فرمایا کہ حد خاص عبداللہ کو لگائی گئی۔ (بیان القرآن)

پھر مومنین نے توبہ کرلی اور منافقین اپنے حال پر قائم رہے اور تفسیر عزیزی میں ہے کہ عبداللہ بن ابی منافق اور تینوں مخلص مسلمانوں کو حد قذف اسی درّے سے دوگنی حد یعنی ایک سوساٹھ درّے لگائے گئے۔ اور فرمایا کہ وجہ تضعیف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سورہ احزاب میں فرماتے ہیں

یٰنساء النبی من یات منکم بفاحشۃ یعنی اے زنان نبی تم میں سے جو

مبینۃ یضٰعف لھا العذاب ضعفین بھی فسق و فجور کریگی اسکو دوچند کر کے عذاب دیا جائیگا۔

توجبکہ زنانِ نبی کو درصورتِ زنا دوچند عذاب مقرر ہوا تو انکے قاذف کو دوچند سزا بھی ہونی چاہئے۔

اب سنئے کہ حق تعالیٰ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت کے سلسلے میں کیا وحی نازل فرمائی

پہلے تو اللہ تعالیٰ نے ام المومنین ن اور اصول بیان فرمایا، ارشاد فرمایا

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ فَاجْلِدُوْھُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَۃً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَھُمْ شَھَادَۃً اَبَدًا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۞

ترجمہ! جو لوگ زنا کی تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں کو (جن کا زانیہ ہونا کسی دلیل یا قرینۂ شرعیہ سے ثابت نہیں) پھر چار گواہ (اپنے دعوی پر) نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسّی درّے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول مت کرو (خواہ وہ گواہی کسی معاملے میں ہو (یہ تو دنیا میں ان کی سزا ہوئی) اور یہ لوگ (آخرت میں بھی مستحق سزا ہیں اسوجہ سے) کہ فاسق ہیں۔

آیت پاک سے مسائل ذیل مستنبط ہیں

(مسئلہ) قاذف یعنی تہمت لگانیوالا اگر کاذب ہے تو فاسق

ہے ہی۔ اور اگر صادق ہے جب بھی فاسق اور گنہ گار ہے۔ اسلئے کہ اس
نے بلا ضرورت ایک شخص کی پردہ دری کی۔ کیونکہ ضرورت ہوتی ہے
اقامت حد کی۔ اور وہ بدون چار گواہوں کے قائم نہیں کیجاتی اور گواہ
تھے نہیں۔ پھر خواہ مخواہ ایسا دعوی کرنا بجز آبرو ریزی کے کیا ہے
اور کسی کی آبرو ریزی بلا ضرورت شرعیہ فسق ہے (بیان القرآن)
فوائد شبیریہ میں ہے کہ
اگر جان بوجھکر تہمت لگائی تھی تب تو ان کا فاسق و نافرمان
ہونا ظاہر ہی ہے۔ اور اگر واقعی سچ بیان کیا لیکن جانتے
تھے کہ چار گواہوں سے ہم اپنا دعویٰ ثابت نہ کرسکیں گے
تو ایسی بات کا اظہار بجز ایک مسلمان کی آبرو ریزی و
پردہ دری کے کیا مقصود ہوا، جو بجائے خود ایک مستقل
گناہ ہے اور علماء نے اس کو کبائر میں شمار کیا ہے"

(مسئلہ) اسی طرح جو عورت کسی مرد کو یہ تہمت لگائے اس کا
بھی یہی حکم ہے

(مسئلہ) مقذوف کے مطالبہ پر قاذف کو اسّی درّے (کوڑے)
لگائے جائیں گے اور آئندہ ہمیشہ کیلئے (معاملات میں) مردود الشہادت
قرار دیا جائیگا، حنفیہ کے نزدیک توبہ کے بعد بھی اسکی شہادت
قبول نہیں کی جاسکتی

(مسئلہ) توبہ اور اصلاح کے بعد فاسقوں میں شمار نہ ہوگا گو پچھلے قذف

کی سزا میں مردود الشہادت پھر بھی رہے گا۔ البتہ دیانت محضہ
میں جیسے ہلالِ رمضان یا روایتِ حدیث بعد توبہ مقبول ہے

(مسئلہ) ہر تہمت کا یہ حکم نہیں بلکہ خاص تہمت بالزنا کا ہے۔ اربعۃ شہداء
اسکی دلیل ہے۔ کیونکہ چار گواہوں کی شہادت اثبات زنا ہی کیلئے ہے

(مسئلہ) اُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْن، کے معنی ہیں "یہی لوگ فاسق ہیں"
کلمہ هُمْ، حصر کیلئے ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ جنکا فسق ثابت
کرنا چاہتے ہیں وہ تو فاسق نہوئے یہی لوگ خود بوجہ بہتان لگانے
کے فاسق ہیں (تفسیر عزیزی)

(مسئلہ) اگر کو کسی کی ماں کو گالی دے اور وہ سزا کا مطالبہ کرے تو
اس کو بیس سے انتالیس کوڑوں تک کی سزا دینی چاہئے (تفسیر عزیزی)
مزید تفصیل کتب فقہ و تفسیر میں ملاحظہ کیجائے۔ اس کے بعد اللہ
تعالیٰ نے لعان کے احکام بیان فرمائے اسکے بعد حضرت ام المومنین عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں سولہ مسلسل آیاتِ قرآنی کا نزول
ہوا، ترتیب وار ہر آیت کا ترجمہ مع تفسیر ہدیۂ ناظرین ہے واللہ الموفق
والمعین وبہ نستعین "

پہلی آیت

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ

لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○

ترجمہ مع تفسیر! (اے تہمت لگائے جانے والے اور تہمت کی شہرت سے رنجیدہ ہونیوالو مسلمانو!) جن لوگوں نے یہ طوفان (حضرت صدیقہ کی بہ لنسبت) برپا کیا ہے وہ تمہارے میں کا ایک چھوٹا سا گروہ ہے (یعنی وہ کل چار ہیں ایک تو اس تہمت کا اپنی طبیعت سے جھوٹ گھڑنیوالا اصلی منافق عبداللہ بن ابی بن سلول اور تین مخلص مسلمان، حسان، مسطح اور حمنہ اور زیادہ تر تو اس تہمت کے مخالف ہی ہیں اول تو جھوٹ پھر اسکے ناقل اور بانی کل چار باقی سنکر چرچا کرنیوالے تو تم زیادہ غم نہ کرو) تم اس (طوفان بندی) کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو (اگرچہ ظاہر میں غم کی بات ہے مگر واقع میں تمہارا اس سے کوئی ضرر اور نقصان نہیں) بلکہ یہ (باعتبار انجام و نتیجہ کے) تمہارے حق میں بہتر ہی ہے (کیونکہ اس غم سے تم کو صبر کا ثواب ملا، تمہارے درجے بڑھے، برأت کیلئے نص قطعی آئی، اور آئندہ بھی مسلمانوں کے حق میں خیر ہے کہ ایسے مصیبت زدہ اس واقعہ سے تسلی حاصل

کیا کریں گے، لہٰذا تمہارا تو کوئی ضرر نہیں ہوا، بلکہ تمہارے حق میں بہتر ہی ہوا البتہ ان چرچا کرنیوالوں کا ضرر ہوا کہ) ان میں سے ہر شخص جتنا کسی نے کچھ کیا تھا گناہ ہوا (مثلاً زبان سے کہنے والوں اور سننے والوں کو زیادہ گناہ اور منکر خاموش رہ جانیوالوں، دل میں خوش ہونیوالوں، یا دل سے بدگمانی کرنیوالوں کو اسکے موافق گناہ ہوا) انہیں سے جس نے اس (طوفان) میں بڑا حصہ لیا (اور اسکو گھڑا یعنی عبداللہ بن ابی بن سلول منافق) اسکو سب سے بڑھکر سخت سزا ہوگی (یعنی جہنم کی سزا ہوگی، کفر و نفاق اور عداوت رسول کیوجہ سے پہلے ہی سے سزا کا مستحق تھا اب اس تہمت اور طوفان کیوجہ سے اور زیادہ سزا کا مستحق ہوگیا

طوفان اٹھانیوالے خیر سے وہ لوگ تھے جو جھوٹ یا سچ اسلام کا نام لیتے تھے۔ اور اپنے کو مسلمان کہلاتے تھے، انہیں سے چند آدمیوں نے ملکر سازش کی اور کچھ لوگ نادانستہ انکی عیارانہ سازش کا شکار ہوگئے تاہم خدا کا احسان ہے کہ جمہور مسلمان ان کی جال میں نہیں پھنسے

اس آیت پاک میں ان تمام مسلمانوں کو تسلی ہے جنھیں اس واقعہ سے صدمہ پہونچا، بالخصوص ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ان کا گھرانہ، ظاہر ہے کہ وہ سخت غمزدہ اور پریشان تھے، مگر یہ بھی خوب سمجھ لو کہ اگرچہ یہ چرچا نہایت مکروہ، رنجیدہ، دل آزار اور ناخوشگوار

تھا، لیکن فی الحقیقت تمہارے لئے اسکی تہہ میں بڑی بہتری پوشیدہ
اور مضمر تھی، آخر اتنی مدت تک ایسے جگر خراش حملوں اور ایذاؤں پر صبر
کرنا کیا خالی جاسکتا تھا۔ کیا یہ شرف تھوڑا ہے کہ خود حق تعالیٰ نے
اپنے کلام پاک میں تمہاری نزاہت و برأت نازل فرمائی اور ایسے احکام
اور اصول و شرائط بیان کر دیئے کہ قیامت تک ایسے متہم اور مصیبت زدہ
مسلمانوں کی برأت ہوتی رہیگی۔ پس تمہاری برات اتار کر دشمنوں کو
رُسوا کیا اور تا قیام قیامت منبر و محراب پر تمہارا ذکر خیر قرآن پڑھنے والوں
کی زبان پر جاری کر دیا اور مسلمانوں کو پیغمبر علیہ السلام کی ازواج
مطہرات اور اہل بیت کا حق پہچاننے اور ان کے سامنے عقیدت کا سر
جھکانے کیلئے ایسا سبق دیا جو کبھی فراموش نہ ہوسکے، "فللّٰہ الحمد"

اور اسکے برعکس وہ شخص جس نے اس فتنہ میں جسقدر حصہ لیا
اسی قدر گناہ سمیٹا اور سزا کا مستحق ہوا۔

مثلاً بعض خوش ہو ہوکر اور خوب مزے لے لیکر ان واہیات باتوں کا
تذکرہ کرتے تھے، بعض اظہار افسوس کے طرز میں، بعض اظہار
ہمدردی کے طور پر، بعض بڑی چالاکی اور عیاری سے چھیڑ کر مجلس
اور عوام میں چرچا اٹھا دیتے اور آپ خود چپکے سنا کرتے، بعض سنکر
تردّد میں پڑ جاتے اور بدگمانی میں مبتلا ہو جاتے، بعض سنکر خاموش
رہ جاتے، ان سب کو درجہ بدرجہ کم وبیش الزام دیا اور مجرم قرار دیا
اور بہت سے ایسے تھے جو سن کر جھٹلا دیتے، انکو پروردگار عالم نے

پسند فرمایا، اور بڑا بوجھ اٹھانیوالا منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی
بن سلول تھا۔ جیسا کہ روایات کثیرہ میں اسکی تصریح ہے۔
یہ ہی خبیث لوگوں کو جمع کرتا اور ابھارتا اور نہایت چالاکی سے
اپنا دامن بچا کر دوسروں سے اسکی اشاعت کرایا کرتا تھا۔ اسکے لئے آخرت
میں بڑا عذاب تو ہے ہی دنیا میں بھی خوب ذلیل و رسوا ہوا اور قیامت
تک اسی ذلت اور رسوائی سے یاد کیا جائیگا۔ معاذ اللہ

دوسری آیت

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ
بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ

ترجمہ مع تفسیر! جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی تو مومن
مردوں نے (جن میں حسان اور مسطح بھی ہیں) اور مومن
عورتوں نے (جن میں حمنہ بھی ہیں) اپنے آپس والوں کے
ساتھ (یعنی حضرت صدیقہ اور حضرت صفوان کے ساتھ)
گمان نیک کیوں نہ کیا اور (زبان سے) یوں کیوں نہ کہا
کہ یہ صریح جھوٹ ہے!

اس آیت پاک میں تہمت لگانیوالوں پر تو ملامت ہے ہی، چپ رہنے
والوں اور شک کرنیوالوں پر بھی ملامت ہے اور تاکید اور حکم ہے کہ

مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ حسن ظن رکھیں! اور جب سنیں کہ لوگ ایک نیک شخص پر یوں ہی رجماً بالغیب بری تہمتیں لگاتے ہیں تو اپنے دل میں ایسے خیالات کو راہ نہ دے بلکہ ان کو جھٹلائیں۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کوئی بیٹھ پیچھے بھائی مسلمان کی مدد کرے اللہ بیٹھ پیچھے اسکی مدد کریگا

بے تحقیق تہمتیں تراشنا ایمان سے بعید ہے چاہئے کہ آدمی خود اپنی آبرو پر دوسروں کی آبرو کو قیاس کرے اور دو ٹوک کہہ دے کہ اس کا افترا اور من گڑھنت ہونا بالکل ظاہر ہے

بِأَنْفُسِهِمْ "، یعنی اپنوں کے ساتھ قرآن کریم نے یہ اشارہ کیا کہ جو مسلمان کسی دوسرے کو بدنام اور رسوا کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ ہی کو رسوا کرتا ہے۔ کیونکہ اسلام کے رشتہ نے سب کو ایک کر دیا ہے ایک مسلمان جو کسی بھی دوسرے مسلمان پر عیب لگاتا ہے یا اس کو ایذاء یا نقصان پہونچاتا ہے حقیقت کے اعتبار سے خود اپنے کو عیب دار کرتا ہے اور خود نقصان اور تکلیف اٹھاتا ہے لہٰذا ایک کی بدنامی پوری قوم کی بدنامی و رسوائی ہوتی ہے

چوں از قومے یکے بیدانشی کرد نہ کہہ را منزلت ماند نہ مہ را

پھر پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی پاک ازواج کو جن پر دین اسلام کی بنیاد ہے ان کی بدنامی سے پورے اسلام اور پوری قوم مسلم کی بدنامی، ان کی توہین سے ان کی توہین ان کی رسوائی

سے انکی رسوائی ہے یا نہیں۔ اسی سے علما، وصلحا و اولیاء کو سمجھ لیا جائے جنکے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ

العلماء ورثة الانبياء ، علما انبیاء کے وارث ہیں، اور العالم فی قومه کالنبیّ فی امته "، عالم اپنے قوم میں وہ حیثیت رکھتا ہے جو نبی اپنی امت میں رکھتا ہے "، پس عالم کی رسوائی میں پورے اسلام اور پوری قوم مسلم کی رسوائی ہے

نیز حق تعالیٰ شانہ نے یہ نہیں فرمایا کہ "ظَنَنْتُمْ " یعنی تم نے نیک گمان کیوں نہ کیا، بلکہ فرمایا کہ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ، یعنی مومنین اور مومنات نے نیک گمان کیوں نہ کیا، یہ اس لئے کہ ایمان کی تصریح سے یہ بات ثابت ہوجائے کہ جب ایمان میں سب شریک ہیں تو تقاضائے ایمان یہی ہے کہ ایک مومن مرد اپنے بھائی مرد مومن، ایک مومنہ عورت اپنی بہن مومنہ عورت پر کسی غائب کا عیب اور کسی طاعن کا طعن نہ سنے اور نہ اسکی تصدیق کرے، سبحان اللہ یہ کیسے اسلامی آداب ہیں اور کیسے عالی خلق کی تعلیم ہے

اس آیت پاک میں اشارہ اسطرف بھی نکلتا ہے کہ یہ فعل جس سے سرزد ہو وہ اس فعل کی حد تک مومن کہلانیکا مستحق نہیں اور یہ کام کسی مومن کا نہیں ہوسکتا

وَقَالُوْا هٰذَا إِفْكٌ مُّبِيْنٌ " یعنی یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ یہ کھلا ہوا جھوٹ ہے، اسمیں یہ تعلیم دیگئی ہے کہ تقاضائے ایمان یہ ہے کہ مسلمان کو چاہئے

کہ اس قسم کی خبر سنتے ہی کہہ دے کہ یہ کھلا ہوا جھوٹ ہے

تفسیر مظہری میں ہے کہ اس سے ثابت ہوا کہ مسلمان مرد و عورت کے ساتھ اچھا گمان رکھنا واجب ہے جب تک کسی دلیل شرعی سے اس کے خلاف ثابت نہ ہو جائے اور جو شخص بلا دلیل شرعی کے اس پر الزام لگاتا ہے اسکی بات کو رد کرنا اور جھوٹا قرار دینا بھی واجب ہے کیونکہ وہ محض غیبت کرنا اور ایک مسلمان کو بلاوجہ رسوا کرنا ہے

آیت پاک میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے قصوں کی تلمیح ہے سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تو صاحبزادی ہی کا معاملہ تھا اسلئے صفائی دینے میں آپنے احتیاط برتی مگر سبحان اللہ! ایک عجیب انداز سے آپنے استبعاد کو ظاہر فرمایا، فرمایا

واللّٰہِ ماقیل لنا ھٰذا فی الجاھلیۃ فکیف بعد ما اعزنا اللّٰہ بالاسلام (رواہ الطبرانی و فتح الباری)

خدا کی قسم یہ بات تو ہمارے حق میں زمانۂ جاہلیت میں بھی نہیں کہی گئی پھر جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام سے عزت بخشی تو اسکے بعد یہ کیسے ممکن ہے

مطلب یہ کہ ایسا ہونا تو حالت جاہلیت میں مستبعد تھا بعد اسلام کے تو اور مستبعد ہوگا، لہٰذا یہ بالکل غلط اور افتراء ہے

امیر المومنین سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے اس موقعہ پر عرض کیا۔ یارسول اللہ مجھے تو منافقوں کے جھوٹا ہونیکا یقین ہے میں دیکھتا ہوں کہ نجاست پر بیٹھنے اور ملوث ہو جانیوالی مکھیوں کو پروردگار

عالم نے حضور والا کے مبارک مطہر اور مقدس جسم پر بیٹھنے کو جائز نہ رکھا۔ جب اتنی گندگی سے حضور اقدس کو رب العالمین نے بچایا ہے تو صحبت اقدس کو اور فراش مبارک کو ایک فاحشہ اور مزنیہ سے ملوث کرنیکو کسطرح روا رکھے گا!

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ رب العزت نے حضور کا سایہ ایسی زمین پر پڑنے نہیں دیا کہ جہاں وہ کہیں نجاست پر نہ واقع ہو جائے یا اس پر کسی انسان کا قدم نہ پڑ جائے تو بھلا حق سبحانہ و تعالیٰ جناب مستطاب کے مقدس و مطہر جسم کو کسی مزنیہ اور ناپاک کے بدن سے مس ہونا کسطرح گوارا کر سکتا ہے لہٰذا یہ بالکل غلط اور افتراء ہے

سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ یوں گویا ہوئے، کہ یارسول اللہ ایک دن اتفاقاً حضور والا کے فلک سا نے پائے مقدس کے نعلین شریفین کے ست میں ملوث ہو گئے تھے تو حق تعالیٰ جل شانہ نے فی الفور جبریل امین کو بھیج کر ارشاد فرمایا کہ "فاخلع نعلیک" اپنی جوتیاں الگ کر دیجئے، اگر حضرت عائشہ صدیقہ سے کوئی ناشائستہ حرکت صادر ہوئی ہوتی تو حق تعالیٰ بھلا کسطرح اسکی اطلاع کرنے اور آگاہ کرنیسے باز رہتے، لہٰذا یہ بالکل غلط اور افتراء ہے

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی صاحبہ سے فرمایا تم اس ماجرا میں کیا کہتی ہو، بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ میں تم کو

صفوان کی جگہ ہاں کر تم سے پوچھتی ہوں کہ اگر تم عائشہ کو تنہا پاتے تو
کیا کرتے ، فرمایا میں وہ کرتا جو ایک بیٹا ماں کے ساتھ کرتا ہے
پھر بیوی صاحبہ نے فرمایا ۔ میں اپنے کو عائشہ کی جگہ رکھتی ہوں اور
خوب جانتی ہوں کہ میں خاتم النبیین کی زوجہ ہوتی تو مجھ سے ایسی حرکت
ہرگز صادر نہیں ہو سکتی تھی
اسطرح ان دونوں میاں بی بی نے براءتِ صدیقہ کا اقرار و اعتراف
کیا اور کہا کہ یہ محض بہتان ہے

تیسری آیت

لَوْلَا جَاءُوْا عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا
بِالشُّهَدَاءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ؀

ترجمہ مع تفسیر! (اگر سچے تھے یہ تہمت لگانیوالے) لوگ اپنے قول
پر چار گواہ کیوں نہیں لائے (جو کہ اثبات زنا کیلئے شرط ہے)
سو جس حالت میں یہ لوگ موافق قاعدہ کے گواہ نہیں لائے تو
بس اللہ کے نزدیک جو قانون ہے اسکے اعتبار سے یہ لوگ
جھوٹے ہیں ۔

مطلب یہ کہ اصل میں تو پاک ہی ہیں اور پاک کو پاک ہی یقین کرنا ضروری
ہے اور یہ یقین جب ہی زائل ہو سکتا ہے کہ پاکی کے یقین کے خلاف

ناپاکی کی یقینی دلیل ہو ، اگر ناپاکی کا صرف شک ہی شک ہو تو شک سے
یقین کیسے ختم ہو سکتا ہے "لان الیقین لا یزول بالشک" اس لئے
کہ یقین شک سے زائل نہیں ہو سکتا ، یقینی پاکی یقینی ناپاکی ہی سے زائل
ہو سکتی ہے اس بناء پر حضرت صدیقہ کی نزاہت وطہارت یقینی ہے
لہٰذا تہمت کے مقابلے میں اس پاکی کے یقین کا اظہار واجب تھا اور
یہی یقین ہے کہ جس کا بندہ مکلف ہے یہ یقین شرعی ہے یقین عقلی نہیں ،
تہمت کے ثبوت کی کوئی دلیل نہیں ، اور تہمت کے ثبوت کیلئے کسی دلیل
کا نہ ہونا یقین شرعی کے تحقق اور ثبوت کیلئے کافی ہے ، ہاں یقین عقلی
کیلئے تہمت کے غلط ہونیکی دلیل ضروری ہے ۔ پس اگر چار گواہ پیش
کر دیتے تو عقلاً تو ظن حاصل ہوتا یقین پھر بھی عقلاً حاصل نہ ہوتا
کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی کی دشمنی میں چاروں گواہوں نے باہم سازش
کر لی ہو مگر شرعاً یقین حاصل ہو جائیگا ۔ اور اسی شرعی یقین کی بناء پر
ملزم پر حد جاری کرنا واجب ہوتا ۔ خواہ وہ چاروں گواہ عند اللہ
جھوٹے ہی ہوتے
مگر جب چار گواہ نہیں پیش کئے تو الزام مشکوک ہے اور پہلے سے
پاکی کا عقلاً ظن اور شرعاً یقین حاصل ہے لہٰذا اسکے مقابلے میں شک
لایعبأ بہ ہے ۔ لہٰذا تہمت لگانیوالوں کا جھوٹا ہونا عقلاً مظنون اور شرعاً
یقینی ہے اسی یقین شرعی کی بناء پر تہمت لگانیوالے کو جھوٹا کہا جائیگا
و اس پر حد جاری کیجائیگی ، خواہ وہ تہمت لگانیوالا عند اللہ سچا ہی

ہی کیوں نہ ہو

یہ ایک عام قانون ہے خواہ ازواج مطہرات ہوں یا اور کوئی ہو لیکن حضرت عائشہ صدیقہ کی براءت جہاں عام قانون کی رُو سے شرعی طور پر یقینی تھی وہیں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی انکی طہارت و براءت کے ثابت ہونے اور تہمت کے غلط ہونے کی شہادت دیکر ان کی پاکی اور براءت کو عقلاً بھی یقینی بنا دیا اسی لئے ان پر تہمت لگانیوالا جھوٹا ہونیکے ساتھ ساتھ کافر بھی ہو جائیگا۔ حتیٰ کہ اُن پر شک کرنا بھی کفر ہے ۔ دوسروں کیلئے یہ بات نہیں ہے تاہم اگرچہ کفر نہیں لیکن شدید اور بدترین معصیت ضرور ہے

بہرحال اللہ کے حکم اور اسکی شریعت کے موافق وہ لوگ جھوٹے قرار دیئے گئے جو کسی پر زنا کاری کی تہمت لگا کر چار گواہ نہ پیش کر سکیں اور بدوں کافی شرعی ثبوت کے ایسی سنگین بات زبان سے بکتے پھریں مومنوں کو صاف باطن رہنا چاہئے اور اچھا خیال اور نیک گمان رکھنا چاہئے ۔ اور زبان سے ایسی بات کی تکذیب اور تردید کرنا چاہئے اور کہنا چاہئے کہ بہتان بازوں کی زبان نے جو بات گھڑی وہ محض جھوٹ افتراء اور بہتان ہے کہ جس سے انھوں نے اپنے دین و ایمان کو بھی غارت کیا اپنی عزت و آبرو کو بھی بٹہ لگایا

پروردگار عالم نے صاف فیصلہ فرما دیا کہ ان بہتان بازوں نے جو کچھ کیا تو جبکہ اپنی سچائی پر چار گواہ نہیں پیش کئے تو شرعاً وہ خدا

کے نزدیک جھوٹے اور فاسق ہیں ۔ مردود الشہادت ہیں اور اسّی کوڑوں کے مستحق ہیں ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تردد اور پریشانی تھی وہ ایک فطری امر تھا۔ وہ نہ تو حسن ظن کے منافی تھا نہ یقین شرعی کے منافی تھا

چنانچہ آپ نے نہ تو تہمت کی تصدیق فرمائی اور نہ اسکے مقتضیٰ پر عمل فرمایا ۔ نہ اسکا چرچا کرنا پسند فرمایا۔ بہ تقاضائے سلامت فطرت برسر مجمع آپ نے یہی فرمایا کہ " ماعلمتُ علی اھلی الاخیراً " یعنی میں اپنی اہلیہ کے بارے میں خیر اور نیکی کے سوا کچھ نہیں جانتا "

یہ سب آیت ہٰذا کے مقتضیٰ پر عمل اور حُسنِ ظن کے شواہد ہیں، البتہ قطعی اور یقینی علم کہ جس سے تردد طبعی و فطری ہی رفع اور منقطع ہو جائے وہ نزولِ آیات کے بعد ہوا۔ اور تہمت بازوں کا خیال اور عمل نزولِ آیات سے قبل بھی اسکے بالکل برعکس تھا اسلئے وہ ناجائز گناہ اور موجب سزا تھا

چوتھی آیت

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فِىْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

ترجمہ مع تفسیر! اور اگر (اے حسان ومسطح وحمنہ) تم پر اللہ کا فضل وکرم نہوتا دنیا میں بھی (کہ توبہ کی مہلت دی) اور آخرت میں بھی (کہ توبہ کی توفیق بھی دی اور اسکو قبول بھی کرلیا۔ اگر یہ نہوتا) تو جس شغل میں تم پڑے تھے اس میں تم پر سخت عذاب واقع ہوتا (جیساکہ عبداللہ بن ابی بن سلول کو بوجہ توبہ نہ کرنیکے ہوگا)

اس آیت نے بتلایا کہ جو جرم تم سے سرزد ہوا وہ بہت بڑا جرم تھا اس پر دنیا میں بھی عذاب آسکتا تھا، جیساکہ پچھلی قوموں کے مجرموں پر آیا۔ اور آخرت میں بھی اس پر عذاب شدید ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس امت کو پیغمبرؐ کے طفیل دنیا وآخرت دونوں میں عذاب سے بچایا ہے۔ اسلئے دنیا میں یہ عذاب تم سے ٹل گیا اور خطا معاف کردی جس سے آخرت میں بھی بچ جاؤگے۔ ورنہ یہ بات واقعی قابل عذاب دارین تھی اور منافقوں کیطرح قیامت کے دن عذاب عظیم میں گرفتار ہونے کی تھی۔

اس آیت پاک نے یہ بھی بتلایا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم مقبول التوبۃ ہیں اور پاک ہوکر آخرت میں مرحوم ہیں

پانچویں آیت

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝

ترجمہ مع تفسیر! جبکہ تم اس جھوٹ بات کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کررہے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جسکی تمکو کسی دلیل سے مطلق خبر نہیں اور تم اس بات کو ہلکی سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات یعنی گناہ عظیم تھی۔

اور اس گناہ عظیم کیوجہ سے عذاب عظیم کے مستحق کیوں نہ ہوتے جبکہ تم ایسی بے تحقیق اور ظاہر البطلان بات کو ایک دوسرے کی طرف؛ مثلاً ایک آدمی دوسرے سے کہتا کہ کیا تم نے عائشہؓ کا واقعہ سنا ہے؟ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ بات تمام شائع اور منتشر ہوگئی کوئی گھر نہ بچا۔ اور کوئی مجلس نہ باقی رہگئی کہ جہانتک یہ خبر نہ اڑ گئی ہو، اور تم زبان سے وہ الکل پچو باتیں نکالتے تھے جن کی واقعیت کی تمہیں کچھ بھی خبر نہ تھی

پھر طرفہ یہ کہ ایسی سخت بات کو یعنی کسی محصنہ (پاکدامن) کو علی الخصوص پیغمبر اسلام علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ اور مومنین کی روحانی والدہ کو متہم کرنا جو اللہ کے نزدیک ایک بڑا سنگین جرم ہے محض ایک ہلکی اور معمولی بات سمجھنا۔ یہ اصل جرم سے بھی بڑھکر جرم تھا کسی مسلمان عورت یا مرد کی نسبت ایسی تہمت جرم عظیم ہے۔ پھر اللہ کے رسول کی زوجہ مطہرہ کے اوپر ایسا کلمہ، سمجھ لو کہ کتنا بڑا کبیرہ گناہ ہوا۔ اسی لئے رب تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی۔ اور اس نے وحی نازل فرماکر خاتم الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی ثابت کر دی

ہر نبی کی بیوی کو اللہ تعالیٰ نے اس بے حیائی سے دُور رکھا، خواہ کافرہ رہی ہوں مگر فاحشہ نہیں رہیں۔ پس کیسے ممکن ہے کہ تمام نبیوں کی بیویوں سے افضل اور اُنکی سردار، تمام نبیوں سے افضل اور امام تمام اولادِ آدم کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اس میں آلودہ ہوں حاشا وکلاّ۔ پس گو تم اس کلام کو بے وقعت، معمولی اور آسان سمجھو۔ لیکن اسکے بالکل برعکس ہے۔ یعنی درحقیقت یہ بہت بھاری اور سنگین اور بڑی بات ہے۔ صحیحین میں ہے کہ انسان بعض مرتبہ خدا کے ناراضگی کا کوئی کلمہ کہہ گذرتا ہے جسکی کوئی وقعت اسکے نزدیک نہیں ہوتی لیکن اس کلمہ کیوجہ سے وہ جہنم کے اتنے نیچے طبقے میں پہونچ جاتا ہے۔ جتنی کہ آسمان سے زمین ہے بلکہ اس سے بھی بدرجہا نیچا ہوتا ہے

⟵۵⟶

چھٹی آیت

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ۝

ترجمہ مع تفسیر! اور جب تم نے اس بات کو اول سنا تھا تو یوں کیوں نہ کہا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ایسی بات منھ سے بھی نکالیں سبحان اللہ! یہ تو بڑا بہتان ہے

یعنی جب تم نے سنا تھا تو مناسب تھا کہ تم وہیں کہدیتے کہ ہم کو یہ بات منھ پر لانا زیبا نہیں، سُبحٰنَکَ، عرب میں تعجب اور استعجاب کے موقع پر بولا جاتا ہے بھلے لوگوں کی شان میں کوئی برائی کا کلمہ بے تحقیق ہرگز نہ نکالنا چاہئے۔ برے خیالات، گندے الزامات، اور شیطانی وسوسوں سے دُور رہنا چاہئے۔ کبھی ایسے کلمات منھ سے نہ نکالنا چاہئے۔ اور بہتان عظیم اسلئے کہدینا ضروری تھا کہ یہ قصہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ عقل سے بھی آدمی کو کام لینا چاہئے خدا کے نزدیک برگزیدہ لوگوں کی شان میں نیز انکی عفتِ ازواج کے حق میں جو کوئی احمق کچھ بکے تو یہ نہیں کہ سنتے ہی اس پر ایمان لے آئے اور جا بجا چرچا کرتا پھرے اول تو نیک، شریف، عزت دار اور بھلے لوگوں پر نیک گمان لازم تھا۔ دوم اس بات میں ایذا پہونچنے کی صورت میں

خدائے تعالیٰ کی کسقدر ناراضی ہوگی، سوم یہ کہ اگر سچ بھی ہو تو کسی کی پردہ دری سے پردہ پوشی بہرحال بہتر ہے، چہارم یہ کہ ایسی باتوں کے پھیلانے سے بجز اسکے کہ ایمانداروں میں فحش کا چرچا ہو، اور کوئی نتیجہ نہیں۔ خصوصاً اللہ کے نبی کے حق میں، اسلئے کہ یہ تو جائز ہے کہ زوجۂ نبی کافرہ ہو، مگر یہ جائز نہیں کہ فاحشہ و فاجرہ ہو، جیسے کہ نوح ولوط علیہما السلام کی بیویاں کافرہ تو تھیں مگر فاجرہ نہیں تھیں۔

انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ایسی چیزیں نہ ہونی چاہیئں جو باعث نفرت ہوں۔ سو فجور تو منفر ہے مگر کفر منفر نہیں اور دیوث ہو تو اعظم المنفرات ہے۔

الغرض اول تو حسن ظن کا اقتضا یہ تھا کہ دل میں بھی یہ خیال گذرنے نہ پائے جیسا کہ اوپر آیتوں میں ارشاد کیا گیا۔ لیکن اگر اغوائے شیطانی سے فرض کیجئے کسی کے دل میں برا وسوسہ گذرے تو پھر یہ جائز نہیں کہ ایسی ناپاک بات زبان پر لائی جائے۔ چاہئے کہ اسوقت مومن اپنی حیثیت اور دیانت کو ملحوظ رکھے اور صاف کہدے کہ ایسی بے سروپا بات کا زبان سے نکالنا مجھ کو زیب نہیں دیتا ہے۔ اے اللہ تو پاک ہے کسطرح لوگ ایسی نامعقول بات منہ سے نکالتے ہیں۔ اور جب عام اور بھلے آدمیوں اور شریف لوگوں کے حق میں ایسا نامعقول ہے تو بھلا جس پاکباز خاتون کو تونے سید الانبیاء اور رأس المتقین کیلئے زوجیت کیلئے چنا کیا وہ معاذ اللہ

خود بے آبرو ہو کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو کو بٹہ لگائے گی حاشا وحاشا ثم حاشا وحاشا۔ ہو نہ ہو۔ یہ تو دشمنوں کا ایک بے قصور پر بہتان باندھنا ہے۔

رہا یہ کہ جیسے کسی واقعہ کا صدق بغیر کسی دلیل کے معلوم نہیں ہوتا اسلئے اس کا زبان سے نکالنا اور چرچا کرنا ناجائز قرار پایا۔ ایسے ہی کسی کلام کا کاذب ہونا بھی تو بغیر کسی دلیل کے ثابت نہیں ہوتا۔ تاکہ اسکو بہتان عظیم کہدیا جائے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر مسلمان کو گناہوں سے پاک صاف سمجھنا اصل شرعی ہے جو دلیل سے ثابت ہے۔ اس کے خلاف جو بات بغیر دلیل کے کہی جائے اسکو جھوٹا سمجھنے کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا کافی ہے کہ ایک مومن مسلمان پر بغیر کسی دلیل شرعی کے الزام لگایا گیا ہے لہذا یہ بہتان ہے۔

ساتویں آیت

یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِہٖٓ اَبَدًا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○

ترجمہ مع تفسیر! اللہ تعالے تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسی حرکت مت کرنا، اگر تم ایمان والے ہو

یعنی اگر تمہارے اندر ایمان ہوگا تو پھر ایسی حرکت کبھی نہ کروگے لہٰذا دیکھو خبردار آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ ہو، ورنہ ایمان کے سلب ہونے کا اندیشہ ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ایمان ہی سے کورا ہو تو وہ بے ادب، گستاخ، اور بھلے لوگوں کی اہانت کرنیوالا ہوتا ہی ہے۔ خوب سمجھ لو"

مومنین کو پوری طرح چوکس اور ہوشیار رہنا چاہیئے بد باطن اور منافقین کے چکموں میں کبھی نہ آئیں اور قولاً وفعلاً ظاہراً وباطناً کسی مسلمان بھائی کی آبرو ریزی نہ کریں خصوصاً پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکی اہلبیت کی عظمتِ شان کو ملحوظ رکھیں۔

آٹھویں آیت

وَیُبَیِّنُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ○

ترجمہ مع تفسیر! اور اللہ تعالیٰ تم سے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے (مثلاً نصیحت، تہمت کی سزا اور قبول توبہ وغیرہ) اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے

یعنی تمہارے دل کا حال اسکو معلوم ہے۔ اسلئے توبہ قبول کی۔ اور سیاست وحکمت بھی خوب جانتا ہے اسلئے سیاست کی عموماً مفسرین نے تو آیات سے مراد احکام، نصائح، حدود اور قبول توبہ وغیرہ کے مضامین لئے ہیں۔ مگر یہاں صفات علم وحکمت کے ذکر سے غرض یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے مخلصین کی ندامت قلبی کا حال خوب جانتا ہے اسلئے توبہ قبول کی۔ اور چونکہ حکیم مطلق ہے اسلئے نہایت ہی حکمت ودانائی کے ساتھ تمہاری سیاست کی۔ وہ اپنے بندوں کی مصلحت سے خوب واقف ہے اسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا

نویں آیت

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ
آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ مع تفسیر: بیشک جو لوگ (بعد نزول آیات کے بھی) چاہتے ہیں (یعنی اسکی کوشش عملی کرتے ہیں) کہ بے حیائی اور گندی باتوں کا چرچا ہو (یعنی یہ بات شائع ہو اور پھیلے کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات ہے)۔ انکے لئے دنیا و آخرت میں سزائے دردناک مقرر ہے (اور اس سزا پر تعجب مت کرو کیونکہ) اللہ جانتا ہے (کہ کونسی معصیت کس درجہ کی ہے) اور تم (اسکی پوری حقیقت) نہیں جانتے (لہٰذا تمکو خود کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اللہ ہی کے حوالے کرنا چاہیئے)۔

بعض بیہودہ لوگوں کی جبلت ایسی ہوتی ہے۔ یا جبلت تو نہیں ہوتی مگر نفس و شیطان کے چکر میں پھنسکر اپنی غرض نفسانی پوری کرنے

کے لئے گندہ اور ناپاک باتیں مشہور کیا کرتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ بدکاری کی خبریں پھیلیں۔ اور مسلمان، شریف، دیندار، علماء وصلحاء بدنام ہوں۔ اور اسکے نتیجے میں بدکاری پھیلے۔ یہ چاہنے والے منافق تھے۔ لیکن اس کا تذکرہ کر کے مومنین کو بھی متنبہ فرمادیا کہ جو شخص ایسی باتیں سُنے اس کا پھیلانا اور اسکا چرچا کرنا حرام ہے۔ اسطرح کی بے حیائی کی خبروں کا چلتا کر دینا اور شہرت دینا اور ستم بالائے ستم یہ کہ اخباروں میں شائع کر دینا طبعی طور پر عام لوگوں کے دلوں سے بے حیائی اور فواحش کی نفرت کم کر دینے اور جرائم پر اقدام کرنے اور شائع کرنیکا موجب ہوتی ہیں۔

اور دیکھتے دیکھتے سنتے سنتے وہ فعل خبیث نظروں میں ہلکا نظر آنے لگتا ہے اسی لئے ایسی خبروں کے چرچا کرنے والوں اور مشہور کرنے والوں پر دنیا و آخرت میں عذاب الیم ہونے کا ذکر اور وعید ہے

اگر فرض کرو کہ کسی کے دل میں ایک بری بات کا خطرہ گذرا اور وہ لاپرواہی سے کوئی لفظ زبان سے بھی کہہ گذرا۔ تو چاہیئے کہ اب ایسی مہمل اور گندی بات کا چرچا کرتا نہ پھرے ایسی خبروں کو اڑانے والوں پر دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے کہ حدّ قذف میں اسّی درے مارے جاتے ہیں، مردود الشہادت ہو جاتے ہیں۔ لوگوں کی نظروں میں خفیف اور ساقط الاعتبار ہو جاتے ہیں۔ نیز طرح طرح کے مصائب میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔ خوب سمجھ لیجئے کہ

اکثر بلاؤں کے نزول کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب
یہ بھی ہے۔ اگر خواہی نخواہی کسی مومن کی آبرو ریزی کرے گا
تو خوب سمجھ لے کہ اسکی آبرو بھی محفوظ نہ رہے گی۔ حق تعالیٰ اُسے
ذلیل وخوار کر کے چھوڑیگا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ بندگانِ خدا کو ایذا مت دو نہ انھیں
عار دلاؤ نہ انکی چھپی باتوں کو ٹٹولو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے
عیبوں کو ٹٹولے گا اللہ اسکے عیبوں کے پیچھے پڑ جائیگا اور اسے یہاں تک
رسوا کریگا کہ اسکے گھر والے بھی اسے بری نظروں سے دیکھنے
لگیں گے۔ اور آخرت کا عذاب ظاہر ہے۔

دسویں آیت

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ
رَّحِيْمٌ

ترجمہ مع تفسیر! (اے توبہ کرنیوالو) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ
تم پر اللہ کا فضل وکرم ہے (جس سے تم کو توبہ کی توفیق دی) اور
یہ کہ اللہ تعالیٰ بڑا شفیق و مہربان اور رحیم ہے (جس سے تمہاری
توبہ قبول کی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم بھی نہ بچتے)
یعنی صرف اس کا فضل اور رحمت ہی تھی کہ جسکی وجہ سے

دنیا میں ان لوگوں یعنی تہمت لگانیوالوں، بدظنی کرنے والوں
اور زبان سے چرچا کرنیوالوں پر سخت قہر الٰہی نازل نہیں ہوا ورنہ
بات تو بڑی تھی۔ یہ طوفان تو ایسا اٹھا تھا کہ نہ معلوم کون کون
اسکی نذر ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل ورحمت سے
اور اپنی مہربانی اور شفقت سے تم میں سے تائبین کی توبہ کو قبول
فرمایا۔ اور بعض کو حد شرعی جاری کر کے پاک کیا۔ اور جو زیادہ
خبیث تھے انکو ایک گونہ مہلت دی تا کہ آخرت میں نار جہنم کے حوالے
کیا جائے۔ اور دنیا میں تو رسوا ہو ہی گیا۔ ساری دنیا کے قیامت
تک مسلمانوں کی نظروں سے گر گیا۔

اعاذنا اللہ منھا

گیارھویں آیت

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۚ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

ترجمہ مع تفسیر! اے ایمان والو! تم شیطان کے قدم بقدم مت چلو، یعنی اسکے اغواء اور اضلال پر عمل نہ کرو جو شخص شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے تو وہ ہمیشہ ہر شخص کو بے حیائی اور نامعقول ہی کام کرنیکو کہے گا جیسا کہ اس واقعۂ افک میں تم نے دیکھ لیا (اور شیطان کے قدم بقدم چل چکنے اور گناہ کے سمیٹ لینے کے بعد اسکے وبال و ضرر سے جو کہ ثابت ہو چکا تھا نجات دیدینا۔ یہ بھی ہمارا فضل ہی تھا) ورنہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہوتا تو تم میں کوئی بھی کبھی بھی آخر دم تک افک و بہتان کے گناہ کے دلدل اور گندگی سے پاک

وصاف نہ ہوتا۔ (یا تو توبہ کی توفیق ہی نہ ہوتی جیسی کہ منافقین کو نہیں ہوئی اور یا تو توبہ قبول ہی نہ کی جاتی۔ کیونکہ ہم پر کوئی چیز واجب تو ہے نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے توبہ کی توفیق دیکر پاک وصاف کر دیتا ہے اور بعد توبہ کے اپنے فضل سے وعدہ قبول کا بھی فرمالیا ہے) اور اللہ تعالیٰ تو سب کچھ سنتا ہے سب کچھ جانتا ہے (پس تمہاری توبہ سن لی اور تمہاری ندامت جان لی اس لئے فضل فرمادیا۔

مطلب یہ ہے کہ شیطان کی چالوں سے ہشیار رہا کرو اس سے دور ہی رہنے کی کوشش کرو۔ شیطان خون کیطرح انسان کی رگوں میں دوڑتا اور جاکر دل میں گھر کرلیتا ہے اس موذی کے زہر سے بچنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ شیطان الانس کا بھی یہی کام ہے۔ اور ایسی ہی چال ہوتی ہے۔ ان سے بھی ہشیار رہنا چاہیئے۔ مسلمان کا یہ کام نہیں ہونا چاہیئے کہ شیاطین الانس اور شیاطین الجن کے قدم بقدم چلے۔

ان ملعونوں کا تو مشن ہی یہی ہے کہ لوگوں کو بے حیائی اور برائی کی طرف لے جائیں۔ تم جان بوجھکر کیوں ان کے بھرّے میں آتے ہو۔ دیکھ لو شیطان نے ذرا سا چرکا لگا کر کتنا بڑا

طوفانِ عظیم کھڑا کیا دیا۔ اور کئی مسلمان اور سیدھے سادے
مسلمان کسطرح انکے قدم پر چل پڑے۔ ابلیس لعین اصل ہی ہے
جو شیطان الجن ہے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے بھی
شیطانیت کا کام کیا وہ شیطان الانس ہے۔ اس آیت پاک
میں حق تعالیٰ شانہ نے اشارہ فرمایا کہ شیطان تو سب کو لبگاڑ کر
چھوڑتا، ایک کو بھی سیدھے راستہ پر نہ رہنے دیتا۔ یہ تو خدا کا
فضل اور اسکی رحمت ہے کہ وہ اپنے مخلص بندوں کی دستگیری
فرما کر بہتیروں کو محفوظ رکھتا ہے اور بعض کو مبتلا ہو جانیکے بعد
توبہ کی توفیق دیکر درست کر دیتا ہے۔ یہ بات اسی خدائے
واحد کے اختیار میں ہے اور وہ ہی اپنے علم محیط اور حکمتِ کاملہ
سے جانتا ہے کہ کون بندہ سنوارے جانیکے قابل ہے اور کس
کی توبہ قبول ہونی چاہیئے وہ سب کی توبہ سنتا ہے اور ان کی
قلبی کیفیات سے پوری طرح آگاہ ہے۔

بارھویں آیت

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا
أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهٰجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ
وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ
وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

ترجمہ مع تفسیر! اور جو لوگ تم میں دینی بزرگی والے
اور دینی وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین
کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنیوالوں کو نہ دینے
کی قسم نہ کھا بیٹھیں (یعنی اس قسم کے مقتضیٰ پر اصرار
نہ کریں بلکہ توڑ ڈالیں۔ قسم تو ہو ہی چکی مگر جس شخص
کے اندر یہ صفتیں موجود ہوں ان کا تقاضا ہے کہ امداد
کریں) معاف کر دیں (سو تم بھی اپنے قصور وار دل
کو معاف کر دیا کرو) بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے
(سو تم کو متخلق باخلاقِ اللہ اور متادب بآداب اللہ
ہو کر عفو و درگذر کرنا چاہیئے"
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر طوفان اٹھانیوالوں میں بعض مسلمان

بھی نادانی سے شریک ہوگئے۔ ان میں ایک حضرت مسطح بھی تھے۔ جو
ایک مفلس مہاجر ہونیکے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے
بھانجے یا خالہ زاد بھائی ہوتے تھے۔

قصۂ افک سے قبل حضرت صدیق اکبر انکی امداد اور خبرگیری کیا
کرتے تھے۔ جب یہ قصہ ختم ہوا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
کی برأت آسمان سے نازل ہوچکی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے
قسم کھائی کہ آئندہ میں مسطح کی امداد نہ کرونگا۔ جس نے میری بیٹی
پر تہمت لگانیوالوں کے ساتھ شرکت کی، شاید دوسرے صحابہ کو
بھی ایسی صورت پیش آئی ہو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یعنی تم میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بزرگی اور دنیا کی
وسعت دی ہے انھیں لائق نہیں کہ ایسی قسم کھائیں۔ ان کا ظرف بہت
بڑا اور انکے اخلاق بہت بلند ہونے چاہئیں۔ بڑی دی تو یہ
ہی ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے۔ محتاج، رشتہ داروں
اور خدا کیلئے وطن چھوڑنیوالوں کی اعانت سے دستکش ہوجانا
بزرگوں اور بہادروں کا کام نہیں۔ اگر قسم کھالی ہے تو ایسی قسم
کو پورا مت کرو۔ اسکو توڑ دو۔ اس کا کفارہ ادا کرو۔ تمہاری
شان یہ ہونی چاہئے کہ خطاکاروں کی خطاء سے اغماض اور
درگذر کرو۔ ایسا نہ کروگے تو حق تعالیٰ سے عفو و درگذر کی امید اور
خواہش نہیں رکھتے۔ اگر رکھتے ہو تو تم کو اس کے بندوں کے معاملہ

میں یہ ہی روش اختیار کرنی چاہئے۔ درحقیقت یہ تخلق
باخلاق اللہ اور تادّب بآداب اللہ کی تعلیم ہے

احادیث میں ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ نے جب سنا، "اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ"، یعنی کیا تم
نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو بخشیں اور معاف کریں تو فوراً بول
اٹھے، "بلٰی یَا رَبَّنَا اِنَّا نُحِبُّ"، یعنی بیشک اے ہمارے رب ہم ضرور
چاہتے ہیں"، اسکے بعد آپ نے اپنی قسم توڑ دی۔ جسکا کفارہ ادا
کیا۔ اور حضرت مسطح کی امداد جاری کر دی بلکہ بعض روایات میں ہے
کہ پہلے سے دگنی کر دی۔ سبحان اللہ، رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

تیرھویں آیت

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ
لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ

ترجمہ مع تفسیر! جو لوگ بعد نزولِ آیات کے بدکاری
کی تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاک دامن ہیں
اور ایسی باتوں کے کرنیسے محض بے خبر ہیں اور ایمان
والیاں ہیں (اور جنکی برات نص سے ثابت ہوچکی وہ حضرت
عائشہ اور تمام ازواج مطہرات ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو

ایسی مطہرات کو جو لوگ متہم کریں وہ کافر اور منافق
ہی ہو سکتے ہیں) ان پر دنیا و آخرت میں لعنت
کی جاتی ہے اور ان کو آخرت میں بڑا عذاب ہوگا"

قذف محصنات مطلقاً مہلکات میں سے ہے ان آیات میں جو وعید
بیان کی جارہی ہیں وہ تو نظر کے سامنے ہے۔ احادیث رسول میں بھی
اس ناپاک اور خبیث فعل اور خصلت کی بڑی قباحت بیان کیگئی ہے
ایک حدیث میں آیا ہے کہ

اجتنبوا السبع الموبقات — سات ہلاک کرنیوالی چیزوں سے
وقذف المحصنات — بچو! انہیں سے ایک پاکدامن، بے خبر،
الغافلات المؤمنات — اور ایمان والیوں پر تہمت لگانا بھی ہے

اور طبرانی کی ایک حدیث میں ہے

قذف المحصنة یهدم عمل مائة سنة — پاکدامن پر تہمت لگانا سو برس کے
عمل کو ڈھا دیتا ہے

پھر ان میں سے بھی ازواج مطہرات اور خاص طور پر ام المومنین
حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قذف جنکی براءت کیلئے نص قطعی آئی، اللہ اکبر
کس درجہ کا گناہ ہوگا۔ حضرات علماء نے تصریح کردی ہے کہ ان
آیات کے نزول کے بعد ازواج مطہرات بالخصوص ام المومنین
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جو متہم کرے بلاشبہ وہ کافر
مکذب قرآن اور اسلام سے خارج ہے۔

اللہ تعالیٰ نے غافلات فرمایا۔ یعنی بدکام کرنا تو درکنار
اس بھولی بھالی اللہ کی بندی کو تو اسکی خبر بھی نہیں، وہ تو اس کو
جانتی بھی نہیں۔ سبحان اللہ،

یہ علام الغیوب جل جلالہ وعم نوالہ کی شہادت ہے جس سے
کامل بلکہ اکمل پاکدامنی اور کامل ومکمل مدح ظاہر ہے

چودھویں آیت

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ
بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

(سورہ نور ع ۳)

ترجمہ مع تفسیر! جس دن انکے خلاف انکی زبانیں گواہی
دیں گی۔ اور انکے ہاتھ اور انکے پاؤں بھی گواہی دینگے"۔

یعنی مجرم منہ سے بولنا نہ چاہیگا اور زبان سے ظاہر کرنا نہ چاہیگا
مگر خود زبان اور ہاتھ پاؤں بولیں گے۔ اور ان میں سے ہر عضو
اس عمل کو ظاہر کریگا جس سے وہ عمل کیا ہوگا۔

قاذف نے زبان سے تہمت لگائی لہٰذا وہ تو مدعی ہوا۔ اب
اس دعویٰ کے ثبوت میں چار گواہ پیش کرنا چاہئے مگر پیش نہ
کرسکا، تو اب قیامت کے دن یہ سزا ملیگی کہ زبان دعوی کریگی

کہ میں نے جھوٹی تہمت لگائی تھی۔ اور اسکی گواہی دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں چاروں یعنی چار گواہ اس کی شرارت اور خباثت کی گواہی دینگے، اعاذنا اللہ منھا

پندرھویں آیت

یَوْمَئِذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ ۝

ترجمہ مع تفسیر! اس روز اللہ تعالیٰ انکو انکا واجبی بدلہ پورا پورا دے گا اور اس روز ٹھیک ٹھیک انکو معلوم ہوگا کہ اللہ ہی ٹھیک فیصلہ کرنیوالا اور بات کی حقیقت کو کھول دینے والا ہے

اب تو بوجہ کفر کے کما حقہ اس امر کا اعتقاد نہیں اس روز معلوم ہو جائیگا۔ اور یہ معلوم کر کے بالکل نجات سے مایوس ہو جائیگا کیونکہ ان کے مناسب فیصلہ عذاب ابدی ہے

یہ آیتیں غیر تائبین کے بارے میں ہیں کہ نزول آیات کے بعد بھی اعتقادِ افک سے باز نہیں آتے۔ یہ اللہ کا معاملہ ہے جو رتی رتی عمل کو کھولکر رکھدیتا ہے اور جسکا حساب بالکل صاف ہے اسکے یہاں ظلم و تعدّی نہیں، یہ مضمون قیامت کے دن سب کو مکشوف اور مشہود ہو جائیگا"

سولھویں آیت

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ۝

ترجمہ مع تفسیر! بدکار اور گندی عورتیں بدکار اور گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں۔ اسی طرح بدکار اور گندے مرد بدکار اور گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں اور پاک اور ستھرے عورتیں پاک اور ستھرے مردوں کے لائق ہوتی ہیں۔ اور پاک اور ستھرے مرد پاک اور ستھری عورتوں کے لائق ہوتے ہیں (اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ستھرے ہونیکا تو پوچھنا ہی کیا ہے، اس سے آپکی بیوی عائشہ کا ستھری ہونا ضروری طور پر ثابت ہوا۔ اور حضرت صدیقہ کا ستھری ہونا بھی آیت تطہیر اور آیات براءت سے کمال طور سے ثابت ہے۔ اس سے بھی حضور سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ستھرا ہونا ضروری طور پر ثابت ہے

تو اس تہمت خاص سے حضرت صفوان بن معطل سلمی
ذکوانی رضی اللہ عنہ کا ستھرا ہونا بھی لازمی طور پر
ثابت ہوا ۔ بہرکیف) یہ لوگ اس بات سے بالکل
بری اور پاک ہیں جو یہ منافق بکتے پھرتے ہیں ۔
ان حضرات کیلئے آخرت میں مغفرت اور عزت کی
روزی یعنی جنت ہے ۔ مغفرت ہر ایک کی اس کے
حال کے مناسب ہے

اس آخری آیت میں اول عام ضابطہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے
طبعی طور پر جوڑ رکھا ہے گندے مردوں کو گندی عورتوں
اور گندی عورتوں کو گندے مردوں کیطرف رغبت ہوتی
ہے ۔ ہر ایک اپنی رغبت کے مطابق جوڑا تلاش کرتا ہے
اور قدرتاً اسکو وہی مل جاتا ہے

اس قدرتی قانون اور ضابطہ کی روشنی میں انبیاء علیہم
السلام کو اللہ تعالیٰ ان کے مناسب شان ازواج عطا فرماتے
ہیں اس سے معلوم ہوا کہ سردار انبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو ازواج مطہرات بھی اللہ تعالےٰ نے پاکی اور صفائی ظاہری
و باطنی اور اخلاقی برتری میں آپ ہی کے مناسب شان عطا
فرمائی ہیں ۔ اور مرتم امت محمدیہ زوجۂ خیر البریہ حضرت صدیقہ
طاہرہ رضی اللہ عنہا ان سب میں ممتاز ہیں ۔ ان پر شک وشبہ

وہی شخص کر سکتا ہے جس کا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر ایمان نہ ہو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ۔ پیغمبر کی عورت
زانیہ نہیں ہوتی ۔ اللہ تعالیٰ ان کے ناموس کی حفاظت کرتا ہے

آیت کی یہ تفسیر و مطلب تو ترجمہ کے موافق ہے مگر بعض
مفسرین سے یہ منقول ہے کہ الخبیثات اور الطیبات سے مراد یہاں
عورتیں نہیں ہیں ۔ بلکہ اقوال اور کلمات مراد ہیں ۔ یعنی گندی باتیں
گندوں کے لائق ہیں اور ستھری باتیں ستھرے مردوں کے
پاکباز اور ستھرے مرد و عورت ایسی گندی تہمتوں سے اور ایسی گندی
تہمتیں لگانیسے بری ہیں ۔ جیسا کہ آگے " اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا
یَقُوْلُوْنَ " سے ظاہر ہے ۔ یا یوں کہا جائے کہ گندی باتیں گندوں
کی زبان سے نکلا کرتی ہیں ۔ تو جنھوں نے کسی پاکباز کی نسبت
گندی بات کہی سمجھ لو کہ وہ خود گندے ہیں ۔ ستھرے آدمی ان باتو
سے بری ہیں ۔ جو یہ گندے لوگ بکتے پھرتے ہیں ۔ برا کہنے سے وہ
برے نہیں ہوجاتے ۔ بلکہ وہ اس پر صبر کرتے ہیں تو یہ چیز ان
کی خطاؤں اور لغزشوں کا کفارہ بنتی ہیں اور یہاں مفسد لوگ
جسقدر ان کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں وہاں اسکے بدلے عزت کی روزی
ہے ۔

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت تطہیر عائشہ کے لئے

نص قاطع ہے۔ خصوصاً لفظ "اُولٰئِكَ مُبَرَّؤُونَ مِمَّا يَقُولُونَ" اور بھی تاکید کر رہا ہے۔ اسلئے جو شخص پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی خصوصاً حضرت عائشہ کے جناب میں اسکے بعد بھی بدگمانی کرے کافر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ افکِ عائشہ سائر انواع کفر سے اغلظ ہے اور انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "مَنْ اَذْنَبَ ذَنْبًا ثُمَّ تَابَ قُبِلَتْ تَوْبَتُهٗ اِلَّا مَنْ خَاضَ فِيْ اَمْرِ عَائِشَةَ" جس نے کوئی گناہ کیا پھر توبہ کی تو اسکی توبہ قبول ہوتی ہے مگر جو شخص حضرت عائشہ کے معاملہ میں پڑا اسکی توبہ قبول نہوگی۔

تفسیر ابوالسعود میں اس حدیث کے نقل کرنیکے بعد مذکور ہے کہ وَهٰذَا مِنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّمَا هُوَ لِتَهْوِيْلِ اَمْرِ الْاِفْكِ وَالتَّنْبِيْهِ عَلٰى اَنَّهٗ اَمْرٌ غَلِيْظٌ"، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ ارشاد درحقیقت امر افک کی اہمیت بتانے اور ڈرانے کیلئے ہے اور اس امر پر تنبیہ کرنیکے لئے ہے کہ یہ عمل یعنی قذف اور افک بہت ہی سخت چیز ہے

تفسیر صاوی میں ہے کہ ابن عباس کا یہ ارشاد باب تہویل و تعظیم سے ہے ورنہ تو یہ بھی ایک گناہ ہے مثل دیگر معاصی کے جو توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں۔ البتہ بعد نزول آیات کے قذف عائشہ بوجہ قرآن عظیم کی مصادمت کے کفر طے ہے اور انکی براءت کا اعتماد صحت ایمان کیلئے شرط ہے۔

آیت پاک میں تو اشارہ اسطرف بھی ہے کہ نہ صرف براءت کا اعتقاد ضروری ہے۔ بلکہ مغفرت و جنت کا بھی اعتقاد ضروری ہے

ام المومنین حضرت صدیقہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئیں تو آپ پر حق تعالیٰ کے دربار میں حاضری کے تصور سے ایک خوف طاری تھا۔ اسی حالت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما خدمت میں تشریف لائے اور جب انھوں نے ام المومنین کی اس حالت کا مشاہدہ کیا تو تسلیہ فرمایا

لا تخافی لانک لا تقدمین الا علی مغفرة ورزق کریم وتلا هذه الآية

آپ ڈریں نہیں۔ آپ تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں مغفرت اور رزق کریم ہی پر جا رہی ہیں۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی

راوی فرماتے ہیں" فغشی علیها فرحا بما تلا"، حضرت ابن عباس کے اس آیت کی تلاوت کیوجہ سے مارے خوشی اور فرحت کے آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نو باتیں ایسی عطا فرمائیں جو دنیا میں کسی عورت کو نہیں عطا فرمائیں

۱۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کا ارادہ فرمایا تو جبریل امین نے ریشم کے کپڑے میں لپٹی ہوئی میری تصویر حضور کے سامنے پیش کی۔

اتی جبریل بصورتی فی خرقة حریر وقال هذه زوجتك فی الدنیا والآخرة

جبریل ریشم کے ٹکڑے میں تصویر لیکر حضور کی خدمت میں آئے اور کہا یہ آپکی بیوی ہیں دنیا و آخرت میں

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے علاوہ کسی کنواری سے شادی نہیں کی۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف میرے گھر میں ہے اور فرشتے میرے گھر کو گھیرے رہتے ہیں

۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور میں آپکے لحاف ہی میں تھی

۶۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور دوست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہوں۔

۷۔ میں پاکیزہ اور طیب پیدا ہوئی اور پاکیزہ اور طیب ہی کے پاس رہی

۸۔ میری براءت ونزاہت سات آسمان سے نازل ہوئی

۹۔ میرے بارے میں مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا گیا

اور بخاری میں ابن ابی ملیکہ رضؓ سے روایت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر عالم نزع طاری تھا۔ تو حضرت ابن عباس نے ملنے کی اجازت چاہی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کچھ تامل کیا اس خیال سے کہ میری تعریف کرینگے۔ آخر سب نے کہا کہ اجازت دینا چاہیئے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور نیک ہیں ابن عباس آئے اور حال دریافت فرمایا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اگر میں نیک ہوں تو اچھی ہوں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا آپ ضرور اچھی ہیں

کیونکہ آپ اللہ کے رسول کی زوجہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجز آپکے کسی کنواری سے شادی نہیں کی۔ آپکے حق میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں۔ اسکے بعد حضرت ابن الزبیرؓ ملنے آئے تو حضرت صدیقہ نے ان سے فرمایا۔ کہ ابن عباس آئے تھے وہ میری بہت تعریف کرتے تھے مگر "وَدِدْتُّ انّی کنتُ نسیاً منسیاً" میں پسند کرتی ہوں کہ میں گمنام بھولی بسری ہوتی۔

بعض اہل تحقیق فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ وعلی نبینا الصلوۃ والسلام پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے انکی براءت گہوارے میں صبی کے لسان سے فرمائی اور حضرت مریم علیہا السلام کو تہمت لگائی گئی تو ان کے چند یوم کے بچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے فرمائی۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے قول اور کلام سے انکی براءت فرمائی۔ انکی براءت کیلئے کسی بچے اور کسی نبی کے تبریہ سے راضی نہیں ہوے۔ اور اپنے کلام سے تبریہ فرمایا (اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ام المومنین کی براءت میں شک کرنے سے کفر کا لزوم ہوا) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ میں لکھا ہے کہ امام ابوالحسن اشعریؒ کے تلمیذ رشید ابوبکر محمد بن طیب باقلانیؒ جب سفیر بنکر شاہ روم کے دربار میں قسطنطنیہ پہونچے تو آپکی عظمت شان کے پیش نظر رومیوں نے محسوس کیا کہ آپ بادشاہ کو سجدہ نہ کرینگے چنانچہ آپ کو ایک چھوٹے سے دروازہ سے داخل کیا تاکہ جھک کر داخل ہوں

علامہ باقلانیؒ تاڑ گئے اور دربار میں الٹے پاؤں داخل ہوئے۔ جب ایک رومی مسلمانوں پر تنقید کرتے ہوئے کہنے لگا کہ "تمہارے پیغمبر کی بیوی کے بارے میں کیا کہا گیا ہے۔ یہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ افک کیجانب اشارہ تھا۔ باقلانیؒ بڑے کامیاب مناظر اور حاضر جواب تھے ہی۔ فوراً بولے، بے شک دو پاک دامن عورتوں پر بہتان لگایا گیا تھا ـــ اور وہ ہیں حضرت مریم اور عائشہ ـــ حضرت مریم دوشیزہ ہی تھیں کہ انکے یہاں بچہ تولد ہوا۔ مگر حضرت عائشہ خاوند کے باوجود بے اولاد رہیں۔ نصرانی ہکا بکا رہ گیا، کچھ جواب نہ بن آیا۔ اور اس پر یہ حقیقت آشکارا ہوگئی کہ حضرت عائشہ کی عفت وبراءت حضرت مریم کے مقابلے میں نمایاں تر ہے۔

فوائد و حکم

رسولِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم، بنت الصدیق، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر ناپاک تہمت اور افک وبہتان کے واقعہ کی تفصیل سامنے ہے۔ یہ جگرخراش، دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے اور خون کے آنسو رلانیوالا، ساتھ ہی ساتھ نہایت ہی نتیجہ خیز، عبرت انگیز، نصیحت آمیز، اور سبق آموز وبصیرت افروز واقعہ، "واقعۂ افک" کے نام سے مشہور ہے۔ "اللّٰہُ الحکیم وفعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ،" اللہ حکیم ہے اور حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا چنانچہ یہ واقعہ بھی اپنے اندر بہت سے بصائر اور عبر رکھتا ہے اور بہت سے اسرار وحکم کا حامل ہے۔ جبکا احاطہ کرنا طاقت بشری سے خارج ہے تاہم چند موٹی موٹی باتیں جو موجب عبرت وبصیرت ہیں ذکر کر دینا امید ہے کہ نافع اور دلچسپی کا باعث ہوگا

امت کیلئے تسلی کا سامان

بد باطن اور خبیث منافقین خصوصاً عبداللہ بن ابی سلول کی چیرہ

دستیوں، خباثتوں، بے حیائیوں اور شرارتوں کی انتہا یہ ہے کہ دنیا کے سب سے بڑے انسان، اللہ کے نزدیک سب سے محترم ہستی اور انکی مقدس حرم محترم پر بھی تہمت لگانے سے نہ ڈرے اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ جب ایسی ہستیوں کو نہیں چھوڑا گیا تو ما وشما کس شمار و قطار میں ہیں۔ حق تعالیٰ چاہتے تو سرے سے الزام ہی نہ لگتا۔ قیامت تک کیلئے اس میں امت محمدیہ کے متہم حضرات کے لئے کسقدر تسلی کا سامان ہے کہ جب بھی کسی پر تہمت لگائی جائیگی اس واقعہ سے تسلی حاصل کر لیا کرینگے

منافقین کی عداوت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت

اس واقعۂ افک کی صورت میں زبردست اور خطرناک عداوت کا مظاہرہ ہوا۔ کہ اعدائے اسلام نے عزت و آبرو پر حملہ کی راہ سے اسلام اور پیغمبر اسلام کو کمزور کرنیکی کوشش کی۔ مگر غور کرنیسے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب بہ تقاضائے حکمت الٰہیہ ہوا۔ چونکہ حکیم مطلق عز جل جلالہ وعم نوالہ کی حکمت بالغہ تکوینًا اسی کو مقتضی ہے کہ نظام عالم کو جب تک قائم رکھنا منظور ہے خیر و شر، حق و باطل، مخالف و موافق قوتوں میں سے کوئی قوت بھی بالکل مجبور اور نیست و نابود نہ ہو، اسلئے

جب سے اس خاکدان کو بنی آدم نے آباد کیا ہے نیکی اور بدی، خیر اور شر، حق اور باطل، ہدایت اور ضلالت کی حریفانہ جنگ برابر قائم رہی۔ اور ہمیشہ مقابلہ ہوتا رہا۔ اللہ کے ہر پیغمبر کے مقابل شیطانی قوتیں کام کرتی رہیں۔ تاکہ پیغمبروں کو انکے پاک مقصد ہدایت خلق اللہ میں کامیاب نہ ہونے دیں۔ اور بالانواع حیل لوگوں کو جادۂ حق سے ڈگمگا دیں، عقیدت کو سست اور اخلاص کو صدمہ پہونچا کر تعلق کو ضعیف کر دیں ان فاسد اغراض کیلئے شیاطین الجن اور شیاطین الانس باہم تعاون کرتے اور ایک دوسرے کو فریب دہی اور ملمع سازی کی چکنی چپڑی باتیں سکھاتے رہے۔ اور انکی یہ عارضی آزادی اسی عام حکمت اور نظام تکوینی کے ماتحت ہے جو حضرت خلاق تعالیٰ شانہ نے تخلیق عالم میں ملحوظ رکھی ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِينَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ يُوحِي بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۝ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَلِتَصْغٰى اِلَيْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا

(اور یہ لوگ جو آپ سے عداوت کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہوئی بلکہ جس طرح یہ آپ سے عداوت رکھتے ہیں) اسیطرح ہم نے ہر نبی کیلئے دشمن بہت سے شیاطین پیدا کئے کچھ آدمی (جن سے اصل معاملہ تھا) اور کچھ جن (ابلیس اور اسکی اولاد) جنمیں سے بعض یعنی ابلیس اور اسکے لشکر) دوسرے بعضوں کو دینی

مَاهُمْ مُقْتَرِفُوْنَ ○ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ ط

(کافر آدمیوں کی) چکنی چپڑی باتوں ملمع سازی کی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے۔ تاکہ انکو دھوکہ میں ڈال دیں۔ (مراد ان سے کفر و مخالفت کی باتیں ہیں۔ کہ ظاہر میں نفس کو بھلی اور سچ معلوم ہوتی تھیں۔ اور باطن میں مہلک تھیں۔ اور یہی دھوکہ ہے جب یہ کوئی نئی بات نہیں تو اسکا غم نہ کیجئے کہ آپکے ساتھ یہ لوگ ایسے معاملات کیوں کرتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ اسمیں بعض حکمتیں ہیں۔ اسوجہ سے ان کو ایسے امور پر قدرت بھی ہو گئی ہے) اور اگر اللہ تعالیٰ (یہ) چاہتا (کہ یہ لوگ ایسے امور پر قادر نہ رہیں) تو (پھر) یہ ایسے کام نہ کر سکتے (مگر بعض حکمتوں سے ان کو قدرت دیدی ہے) سو (جب اسمیں حکمتیں ہیں تو (ان لوگوں کو اور جو کچھ یہ افترا پردازی کر رہے ہیں (جن سے انکار نبوت جس پر عداوت مرتب ہے) اسکو آپ رہنے دیجئے (اسکی فکر و غم میں نہ پڑیئے ہم خود متعین وقت پر سزا دینگے کہ ان حکمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے) اور (وہ شیاطین اِن کافر آدمیوں کو اسلئے وسوسہ ڈالتے تھے تاکہ اس فریب آمیز بات) کیطرف ان لوگوں کے قلوب مائل ہو جائیں جو آخرت پر (جیسا چاہیئے) یقین نہیں رکھتے (مراد کافر لوگ ہیں اگرچہ اہل کتاب ہوں کیونکہ جیسا چاہیئے انکو بھی یقین نہیں، ورنہ انکار نبوت جس پر قیامت میں سزا ہوگی کبھی جرأت نہ کرتے) اور تاکہ (میلان نفسی کے بعد) اسکو (اعتقاد قلبی سے بھی پسند کر لیں، اور

(تاکہ اعتقاد قلبی کے بعد) مرتکب (بھی) ہو جاویں ان امور کے جن کے وہ مرتکب ہوتے تھے۔ تو کیا اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنیوالوں کو تلاش کروں۔ (اور اس خدائی فیصلہ کو کافی قرار نہ دوں) حالانکہ وہ ایسا ہے کہ اس نے ایک کتاب کامل تمہارے پاس بھیجدی ہے اسکی حالت یہ ہے کہ اسکے مضامین صاف صاف بیان کئے گئے ہیں۔ اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب (تورات و انجیل) دی ہے وہ اس بات کو یقین کیساتھ جانتے ہیں کہ یہ (قرآن) آپکے رب کیطرف سے واقعیّت کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔

اس آیت پاک میں حق تعالیٰ اعدائے اسلام خواہ وہ جن ہوں یا انس کی عداوتوں اور شرارتوں کا مقتضائے حکمت ہونا بیان کر کے اپنے نبی سے تسلیتہً یہ فرما رہے ہیں کہ (اے میرے نبی شیاطین ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی چکنی چپڑی اور پر فریب باتیں اسلئے سکھاتے ہیں کہ انھیں سن کر جو لوگ دنیا کی زندگی میں غرق ہیں جنکے اندر اخلاص کی کمی ہے جنکے عقیدے مضبوط نہیں ہیں یا نہ دوسری زندگی اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا یقین نہیں رکھتے ان ابلہ فریب اور مکاری کی باتوں کیطرف مائل ہو جائیں اور دل سے پسند کرنے لگیں۔ تذبذب اور تردّد کے دلدل میں پھنس جائیں اور کفر و فسق کے دلدل سے نکلنے نہ پائیں اور خوب سمجھ لیجئے کہ شیاطین الجن والانس کی دجل و تلبیس، دھوکہ اور فریب اور ملمع کاری

کی باتوں پر بدعقیدہ، جاہل اور حاسد وغیرہ ہی کان دھر سکتے ہیں
ایک پیغمبر اور اس کے سچے متبعین جو ہر مسئلہ کو اور ہر معاملہ میں خدائے وحدہٗ
اور اسکی نازل کی ہوئی شریعت کو حاکم اعلیٰ اور منصف مان چکے ہیں کیا
ان سے ممکن ہے کہ وہ حاکم حقیقی کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی چکنی چپڑی
اور پر فریب اور ہوائی باتوں کیطرف کان لگائیں۔ اور انکو دل سے
پسند کرنے لگیں، یا معاذ اللہ غیر اللہ کے فیصلہ کے آگے گردن جھکائیں

لہٰذا اے میرے رسول آپ اعداء اللہ اور دشمنان اسلام کی
فتنہ پردازی اور مغویانہ فریب دہی سے زیادہ فکر و غم میں نہ پڑیں اور
ان سے انکے کذب و افتراء سے قطع نظر کر کے معاملہ اللہ کے سپرد
کریں۔ اور خداداد عقل و تدبر، حکمت و دانشمندی اور صبر و تحمل سے
کام لیکر ان فتن و شرور کا مقابلہ کریں جو آپکے لئے کامیابی کا موجب اور آپ کی
امت کیلئے تا قیامت مشعل راہ اور اسوہ و نمونہ ہو۔

چنانچہ جس صبر و تحمل، ہمت و توکل، عقل و فہم، حکمت و تدبر،
دانائی و دانشمندی، استقامت و اولوالعزمی، استقلال و پامردی،
عالی ظرفی و بلند حوصلگی، شجاعت و مردانگی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اعدائے اسلام کا مقابلہ کیا ہے وہ تاریخ و سیر کی ورق گردانی کرنے
والوں پر مخفی نہیں۔

علی الخصوص واقعۂ افک کے موقعہ پر آپ نے دکھا دیا کہ
ایسے جگر خراش شرور و فتن کے طوفان میں آپ کیا استقلال رکھتے ہیں

حالانکہ سب سے زیادہ اندیشہ اور فکر آپ ہی پر ہے۔ مگر کیا مجال کہ
پائے استقامت ذرا جنبش کھا جائے۔ فی الواقع ہمت و استقلال
بلکہ ہر حرکت و سکون، ہر واقعہ و معاملہ میں آپکی ذات منبع البرکات علیہ
الف الف صلوٰۃ و تسلیم ایک بہترین نمونہ اور اسوۂ حسنہ ہے۔

دنیا نے دیکھ لیا کہ حسد و عداوت، انکار و نفاق کا انجام سوائے
خذلان و نقصان دنیوی و اخروی کے اور کچھ نہیں ہوا۔
اور صبر و استقامت دنیوی و اخروی کامیابی کی کلید بنی۔ عقل انسانی
بڑا شریف جوہر ہے۔ پھر خداداد عقل نبوت جسکی بدولت مامور من اللہ
بہت سی مشکلات پر غالب آتا اور اپنی زندگی کو کامیاب بنا لیتا ہے
چنانچہ ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خداداد معجزانہ عقل و تدبیر اور
موقع شناسی و دانشمندی کے ساتھ فتنے کے مقابلے سے ایک طرف
تو کامیاب و کامران ہو کر مقصد بعثت کو پورا فرمایا۔ اور اعدائے اسلام
کی ایذا رسانیوں پر صبر و مشقت آپکے لئے موجب اجر و ثواب اور باعث
ترقی و رفع درجات ہوئے۔

دوسری جانب دشمنان اسلام ذلیل و خوار ہو گئے اور ان کی ہمتیں
پست ہو گئیں۔

کثرتِ ازواج کی حکمت اور حضرت عائشہ کی فضیلت

یہ واقعہ ایک اہم واقعہ اور یہ طوفانِ عظیم اسلئے تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات خصوصاً ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تعلق رکھتا تھا۔ ازواج مطہرات خصوصاً حضرت صدیقہ پر تہمت لگانا، دامن نبوت کو داغدار کرنا۔ دین کے خادموں اور گواہوں کو مجروح کرکے دین محمدی کو غیر معتبر قرار دینا تھا۔ اسکا منشا، دین اور اہلِ دین کی ساکھ کو گرانا اور اعتبار کو ساقط کرنا، معتقدوں کے اعتقاد کو سُست اور مخلصوں کے اخلاص کو کمزور کرنا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت ازواج اور خصوصاً ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کمسنی اور کنواری ہونیکی ہی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالۂ عقد میں آجانا بڑے بڑے دینی و ملی مصالح پر مبنی تھا آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان صحبت بابرکت نے ہزارہا مردوں کو سعادت وکمال کے درجۂ علیا تک پہونچادیا تھا۔ اور انکو پوری دنیا کیلئے قولاً وعملاً مشعلِ راہ بنا دیا تھا۔ مگر فطرۃً یہ موقع عام عورتوں کو میسر نہیں آسکتا تھا صرف ازواج مطہرات ہی اس فیض سے مستفیض اور متمتع ہو سکتی تھیں۔ اور انکے ذریعے سے پوری امت خصوصاً کائنات لنسوانی میں یہ فیض اور

لوز پھیل سکتا تھا۔

یہ تو اچھی طرح معلوم اور ظاہر ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض اور مقصد قیامت تک کے انسانوں کو ورطۂ معصیت وہلاکت سے نکالنا اور انکی زندگی کے ہر شعبے کی اصلاح کرنا تھا۔ جس کیلئے حق تعالیٰ شانہ نے ایک مکمل ضابطہ حیات اور دستور العمل قرآن نازل فرمایا اور آپکو اپنی پاک کتاب کا چربہ اور مجسم علمی وعملی نمونہ بنایا۔ چنانچہ فرمایا کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ، یعنی تمہارے لئے اللہ کے رسول کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے

کیونکہ قانون تو اصلاح کیلئے کافی نہیں۔ جب تک کہ کوئی عملی نمونہ سامنے نہ ہوں جو لوگوں کو اپنی طرف مائل کر سکے اور ہر شخص یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائے کہ اللہ کے نبی جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں ان کے قول وفعل میں ذرہ برابر اختلاف نہیں

جیسے ہر انسانی زندگی کے دو پہلو ہوتے ہیں، ایک بیرونی دوسرا اندرونی کسی کی عملی حالت کا صحیح اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ دونوں پہلو بے نقاب ہوں۔ خاص طور پر اندرونی اور خانگی زندگی انسان کی صحیح زندگی کا اندازہ کرنیکے لئے بہترین کسوٹی اور معیار ہوتی ہے اسلئے کہ ہر فرد اپنے گھر کی چہار دیواری میں آزاد ہوتا ہے اور اپنی بیوی اور اہلخانہ سے بے تکلف ہوتا ہے۔ انسان کی اخلاقی اور عملی کمزوریاں اہلخانہ سے پوشیدہ نہیں رہتیں اسیوجہ سے عام طور پر بیویاں اپنے شوہروں

کی کم معتقد ہوتی ہیں۔

اسیطرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے بھی دو پہلو ہیں۔ بیرونی، اور اندرونی خانگی،
بیرونی زندگی کی کیفیات، وحالات، سے تو دنیا کو آنحضور کے تربیت یافتہ مردوں یعنی حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت نے روشناس کیا جسکی نظیر دنیا کے کسی مذہب اور ملت میں نہیں کسی امت نے بھی اپنے نبی کی زندگی کے حالات اس تفصیل وتحقیق اور تدقیق کے ساتھ تو کیا اس کا عشر عشیر بھی دنیا کے سامنے نہیں پیش کیا

اور خانگی اور اندرونی زندگی کے حالات، کو دنیا کے سامنے پیش کرنیکے لئے اُمہات المومنین یعنی ازواج مطہرات ذریعہ بنیں، جس سے اندرونِ خانہ آپکی عبادت اور تہجد، شب بیداری، فقری اور درویشی ظاہری و باطنی پاکیزگی، اخلاقی وعملی زندگی کے تمام اندرونی اور خانگی حالات دنیا کے سامنے آگئے۔ جس سے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدا ترسی، راست بازی اور پاکدامنی روز روشن کیطرح واضح ہوگئی کہ رات کی تاریکیوں میں جبکہ سوائے علّام الغیوب کے کوئی دیکھنے والا نہ تھا کسطرح آپ اللہ کی عبادت میں کس ذوق وشوق کے ساتھ مشغول رہتے تھے۔ اور حیرت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے اہل خانہ سے بغایت بے تکلفی جو بیویوں کے اعتقاد میں شکستی کا باعث

ہوتی۔ وہ اتنی حسین اور پاکیزہ تھیں کہ جس نے بجائے اعتقاد میں شکستی کے محترم ومعظم شوہر کا گرویدہ اور عاشق بنادیا۔

بہرحال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد نکاح اور کثرت ازواج کیوجہ یہی تھی کہ عورتوں کی ایک کثیر جماعت آپکی خانگی زندگی دنیا کے سامنے پیش کرسکے۔ اسلئے کہ بیوی جسقدر شوہر کے رازوں سے واقف ہو سکتی ہے کوئی دوسرا ہرگز ہرگز واقف نہیں ہوسکتا چنانچہ آپکی خانگی زندگی کے تمام حالات نہایت وثوق کے ساتھ دنیا کے سامنے آگئے۔ اور خاص طور پر شریعت کے وہ مسائل جو خاص عورتوں سے متعلق ہیں اور مردوں سے بیان کرنے میں حیا اور حجاب مانع ہوتا ہے ایسے احکام شرعیہ کی تبلیغ ازواج مطہرات کے ذریعہ ہوگئی

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بیوہ ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں داخل ہوئی تھیں۔ اور حضرت صدیقہ کمسنی اور کنواری ہی ہونے کی حالت میں، اس بناء پر ان سب میں حضرت عائشہ ہی تنہا خالص فیضان نبوت سے زیادہ مستفیض تھیں
باپ صدیقؓ تھے رشکِ ملائک تھے، اللہ جل جلالہٗ کی دائمی معیت انکو حاصل تھی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی رفاقت کے شرف سے مشرف تھے، ماں بھی ام رومانؓ تھیں جن کی نسبت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص نمونہ "حور عین" دیکھنا چاہے وہ ام رومان

کو دیکھ لے (کمارواہ البخاری فی تاریخہ)

خداوند ذوالجلال کی مشیت اور عنایت داعی اور مقتضی ہوئی کہ اپنے پیغمبر کے یارِ غار اور محبِ جاں نثار اور نمونہ حورِ عین کی نورِ عین کی تربیت کیلئے کم عمری ہی سے کاشانۂ نبوت میں پہونچا دیا جائے کہ ہنوز لوحِ قلب ہر قسم کی ظلمت اور ہر نوع کے نقصِ کمال سے پاک وصاف ہے کوئی نقشِ باطل اس پر نہیں کھینچا گیا ہے۔ ابھی کمسنی کا زمانہ ہے ایسی صاف وشفاف لوح پر علم نبوت کا جو نقش ہوگا وہ ایسا محکم اور پائیدار ہوگا جو کبھی نہ مٹ سکیگا اور ان کی ذات پُر نور اور کامل بنکر امت مرحومہ خصوصاً صنفِ لطیف کیلئے شمع راہ بن جائیگی۔

ابھی زیادہ عمر نہ تھی کہ سرورِ عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالۂ عقد میں داخل ہوگئیں۔ ارشادِ رسول ہے کہ جبریل میرے پاس آئے اور کہا کہ اللہ عزوجل نے آپکا نکاح ابوبکر کی بیٹی سے کردیا۔ اور جبریل کیساتھ ریشم کے کپڑے میں لپیٹی ہوئی عائشہ کی تصویر تھی۔ کہا کہ یہ آپکی بیوی کی ہے۔ لڑکپن کا زمانہ جو عین تعلیم وتربیت کا زمانہ ہے ابھی شروع ہی ہوا تھا کہ رخصتی عمل میں آگئی اور کامل نو برس تک معلم شریعت اور مربی کامل ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا شرف حاصل رہا علوم شرعیت کا کوئی وقت مخصوص نہ تھا۔ شب وروز شفیق ومحبت معلم ومربی کی صحبت میسر رہی۔ تعلیم وارشاد کی مردانہ مجلسیں

روزانہ جو مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھیں وہ حجرۂ عائشہ سے ملحق تھی۔ اسلئے باہر کے درس میں بھی شرکت رہتی تھی۔ بربنائے بے تکلفی اشکالات بھی پیش کرتیں اور حل کرکے تسلی حاصل کرتیں۔

سعادتِ ازلی، مشیتِ ایزدی، قانونِ توارث، اتنادِ طبع، فہم وذکا، قوتِ حافظہ، تربیت اور ماحول ان جملہ عناصر نے مل کر حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم وفضل، شرف وکمال میں وہ رفعت اور رتبۂ بلند عطا کیا کہ سدرۃ المنتہیٰ سے بھی کہیں اوپر جا پہونچا اور جو کم ہی کسی کو نصیب ہوا اور لسانِ نبوت سے یہ کلمات صادر ہوگئے کہ فضلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ، عائشہ کو تمام عورتوں پر ایسی فضیلت ہے جیسی کہ ثرید کو تمام کھانوں پر"

حضرت زہری فرماتے ہیں

لوجمع علمُ الناس کلھم ثم علم ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکانت عائشۃ اوسعھم علماً (طبقات ابن سعد)

اگر حضرت عائشہؓ کے علم کا تمام لوگوں اور تمام امہات المومنین کے علوم کیساتھ موازنہ کیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم سب سے بڑھا رہے گا

یہی زہریؒ فرماتے ہیں کہ

کانت عائشۃ اعلم الناس یسئلہ الاکابر من اصحاب

حضرت عائشہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں بڑے بڑے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صحابہ ان سے پوچھا کرتے تھے

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ما اشکل علینا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حدیث قط فسألنا عائشۃ الا وجدنا عندھا منہ علماً (ترمذی)

ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مشکل کبھی پیش نہیں آئی کہ جسکو ہم نے عائشہؓ سے پوچھا ہو اور انکے پاس اسکے متعلق اس کا علم ہم کو نہ ملا ہو"

حضرت مسروق کا ارشاد ہے

والذی نفسی بیدہ لقد رأیت مشیخۃ اصحاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسئلونھا عن الفرائض (مستدرک حاکم ابن سعد)

اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے شیوخ صحابہ کو عائشہ سے فرائض کے مسئلے دریافت کرتے دیکھا ہے۔

حضرت عطاء ابن رباح فرماتے ہیں

کانت عائشۃ افقہ الناس واعلم الناس واحسن الناس رأیاً فی العامۃ (مستدرک حاکم)

حضرت عائشہ سب سے زیادہ فقیہہ، سب سے زیادہ صاحب علم، اور عام لوگوں میں سب سے اچھی رائے رکھنے والی تھیں۔

حضرت عروۃ بن الزبیر فرماتے ہیں

ما رأیت احداً بالحلال والحرام

میں نے حلال وحرام وعلم شاعری

والعلم والشعر والطب

من عائشۃ ام المؤمنین (حاکم)

اور طب میں عائشہ ام المومنین سے بڑھکر کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

ما رأیت احداً اعلم بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا افقہ فی رأی ان احتیج الی رأیہ ولا اعلم بآیۃ فیما نزلت ولا فریضۃ من عائشۃ (ابن سعد)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا جاننے والا اور رائے میں اگر اسکی ضرورت پڑے، لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہہ اور آیتوں کے شان نزول اور فرائض کے مسائل سے واقف حضرت عائشہ سے بڑھکر کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

ما رأیت احداً افصح من عائشۃ

میں نے کسی خطیب کو عائشہ سے زیادہ فصیح و بلیغ نہیں دیکھا (طبرانی)

محمود بن لبید فرماتے ہیں

کان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحفظن من حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً ولا مثلاً لعائشۃؓ وام سلمۃؓ (ابن سعد)

ازواج مطہرات بہت ہی حدیثیں یاد رکھتی تھیں لیکن حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کے برابر نہیں۔

حضرت احنف فرماتے ہیں

ماسمعت الکلام من فم مخلوق افخم ولا احسن منہ من فی عائشۃ (اصابہ)

حضرت عائشہ کے منہ سے جو بات نکلتی تھی اسمیں جو خوبی اور بلندی ہوتی تھی وہ کسی کے کلام میں نہیں ہوتی تھی۔

مختصر یہ کہ عہد صحابہ میں حضرت عائشہ کا علم اور تفقہ اور تاریخ دانی وغیرہ مسلم تھی۔ یہانتک کہا گیا ہے کہ احکام شرعیہ کا ایک بڑا حصہ حضرت عائشہ رض سے منقول ہے: محدثین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خذوا شطر دینکم من حمیراء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے دین کا ایک حصہ حمیرا یعنی عائشہ سے حاصل کرو

یہ بات مسلم ہے کہ بہت سی احادیث ازواج مطہرات سے مروی ہیں اور ان سب سے زیادہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے امت محمدیہ کو پہنچی ہیں۔ چنانچہ آپکی روایتوں کی کل تعداد دو ہزار دو سو دس ۲۲۱۰ تک پہونچتی ہے

بہرحال دین کے بہت سے احکام کا تعلق اہلبیت نبوت سے ہے یعنی ازواج مطہرات سے جنمیں حضرت عائشہ صدیقہ کو خاص مرتبہ حاصل ہے

اس بنا پر کتاب اللہ کا ترجمان، سنت رسول کا معبر اور احکام اسلامی کا معلم ان سے بہتر کون ہو سکتا تھا، لوگ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف جلوت میں دیکھتے تھے اور یہ خلوت اور جلوت دونوں میں دیکھتی

تھیں اسلئے لسان نبوت نے فیصلہ کیا کہ

انا تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ واھل بیتی (مسلم)

میں تمہارے درمیان دو عظیم چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک اللہ کی کتاب دوسرے اپنے گھر والوں کو۔

پس انکے دامن اقدس کو داغدار کرنا یقیناً دامن اسلام کو داغدار کرنا اور داعی اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی کوششوں پر پانی پھیر دینے کے مرادف ہے اور دین اسلام کی توہین، تخفیف اور تنقیص کرنا ہے

کفایہ خطیب بغدادی صفحہ ۴۹ پر ابوزرعہ رازی کا یہ بیان درج کیا ہے، اذا رایت رجلا ینتقص احداً من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ زندیق وذلک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عندنا حق والقرآن حق وانما ادی الینا القرآن والسنن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما یریدون ان یجرحوا شھودنا لیبطلوا الکتاب والسنۃ والجرح بھم اولی وھم زنادقۃ

یعنی جب کسی کو دیکھو کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کی تنقیص کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے اور یہ اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک حق ہیں اور قرآن حق ہے اور یہ قرآن وسنت ہم تک صحابہ ہی نے پہونچایا ہے (جو لوگ صحابہ پر معترض ہوتے ہیں) وہ چاہتے ہیں کہ ہمارے دین کے گواہوں کو مجروح کر دیں تاکہ اسطرح سے وہ کتاب وسنت کو مجروح کر سکیں۔ ایسے لوگ خود جرح کے

زیادہ مستحق ہیں۔ اور زندیق ہیں۔

منافقین کی ریشہ دوانیاں

کوئی بھی فتنہ ہو اسکے لئے گروہ بندی لازم ہے۔ فتنہ انگیز سے یہ بات بھی ظاہر ہوئی کہ دشمنان اسلام منافقین کا مقصد مسلمانوں کے درمیان تفریق وانتشار پیدا کر کے اسکو کمزور کرنا تھا

آفتاب اسلام کے طلوع ہونے سے پہلے عرب میں جدال وقتال خلاف وشقاق اور فساد وخونریزی کا بازار برابر گرم رہتا تھا۔ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر قبائل آپس میں ٹکراتے رہتے تھے۔ دو جماعتوں کے درمیان جب لڑائی کی آگ سلگ اٹھتی تھی تو صدیوں ٹھنڈی نہ ہوتی تھی

انصار مدینہ کے دو بڑے اور زبردست قبیلوں اور خاندانوں اوس اور خزرج کے درمیان بھی اسلام سے قبل باہم سخت دشمنی اور عداوت تھی۔ ذرا ذرا سی بات پر لڑائی اور خونریزی کا بازار گرم ہو جاتا تھا۔ جو بہت دنوں تک سرد نہ ہوتا تھا۔ انکی حریفانہ نبرد آزمائی اور دیرینہ بغض وعداوت کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوتا تھا ایک دوسرے کے خون کا پیاسا اور عزت وآبرو کا بھوکا تھا۔ چنانچہ ان دونوں خاندانوں کے درمیان "بُعاث" کی مشہور جنگ

ایک سو بیس ۱۲۰ برس تک جاری رہی، یہ حالات تھے، کہ آقائے نامدار رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم توحید ومعرفت اور اتحاد واخوت کا عالمگیر پیغام لیکر بلد الامین مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً میں مبعوث ہوئے۔ اور شرک وکفر کی تاریکیوں اور قتل وقتال خونریزی وفساد کی مدت کی چھائی ہوئی کالی گھٹاؤں کے چھٹنے اور خاتمے کا سامان ہوا۔ توحید ومعرفت، محبت واخوت اور امن وامان کی ہوائیں چلنے لگیں آخر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے پر خاص طور پر دونوں متحارب خاندانوں اوس اور خزرج کی قسمت کا ستارہ چمکا۔ اسلام کی پیاری تعلیم کی روشنی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت بابرکت نے دونوں قبیلوں کو جو صدیوں سے برسرپیکار اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے رہتے تھے ملا کر شیر وشکر کر دیا۔ حضرات مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے مابین عقد اخوت قائم کر دی"

اسی طرح عام طور پر تمام قبائل کو باہم شیر وشکر اور تمام مفاسد کو زیر وزبر کر دیا۔ اور نہایت مضبوط برادرانہ تعلقات قائم کر دیئے تمام لوگوں کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی لڑی میں منسلک کر دیا درندوں کی بھیڑ اور بہائم کے گلے میں معرفت الٰہی اور حب نبوی کی روح پھونک کر شراب توحید کا متوالا بنا کر سب کو ایک دم اخوت والفت باہمی کی زنجیر میں جکڑ دیا۔

اعدائے اسلام اور منافقین کو یہ اتحاد واتفاق اور باہمی ربط وتعلق

اور متفقہ طاقت سے اسلام کی خدمت وحمایت کرنا ایک آنکھ نہ بھاتا تھا وہ چاہتے تھے کہ مہاجرین والضار اور خود الضار الضار باہم ٹکرا جائیں۔
وہ جانتے تھے کہ یہی ربط باہمی وہ چیز ہے کہ جس پر قومی وملی وجود کا انحصار ہے۔ یہی طاقت وشوکت کا ذریعہ اور سرچشمہ ہے اور اسی میں دین وملت کی بقاو ترقی کا راز مضمر ہے۔ اور قوم وملت کی تباہی وبربادی نااتفاقی واختلاف اور شیرازہ کے انتشار واختلال میں منصور ہے۔ لہٰذا وہ اسی تاک میں رہتے تھے کہ کوئی نہ کوئی فتنہ اٹھانیکا بہانہ ملے۔
ایک مرتبہ کسی معاملہ میں مشورہ اور غور وخوض کرنیکے لئے الضار کے دونوں عظیم قبیلے اوس وخزرج ایک میدان میں جمع ہوئے۔ ان دونوں حریف خاندانوں کو اسطرح مل بیٹھنا بھلا دشمنان اسلام کب ٹھنڈی آنکھوں سے دیکھ سکتے تھے چنانچہ یہود بے بہبود کو انکا اسطرح مل بیٹھنا ایک آنکھ نہ بھایا ایک اندھے یہودی شماس بن قیس کے کلیجے پر تو سانپ لوٹنے لگا ان دونوں خاندانوں کو باہم محبت والفت کی باتیں کرتے دیکھکر تلملا اٹھا اور انکو آپس میں دست بگریباں کرنیکی تدبیریں سوچنے لگا۔ آخر اس نے ایک فتنہ پرداز لڑکے کو منتخب کیا وہ جاکر اسکی ہدایت کے مطابق اس مجلس میں بیٹھ گیا۔ اور کسی بہانے سے جنگ بُعاث کا ذکر چھیڑ دیا اور مناسب موقع پاکر لعاث میں فتحیاب گروہ کے فخریہ کہے ہوئے قصیدہ کے جنگ لعاث کی یاد تازہ کرنے والے اشتعال انگیز شعر سنانے شروع کردیئے اشعار کا سننا تھا کہ ایک مرتبہ بجھی ہوئی چنگاریاں سُلگ اٹھیں

زبانی جنگ سے گذر کر ہتھیاروں کی جنگ کی نوبت آگئی، اوس اوس کی، خزرج خزرج کی دہائی دینے لگے، السلاح، السلاح کے نعرے بلند ہونے لگے، تلواریں میانوں سے باہر آگئیں، اوس ایک طرف اور خزرج ایکطرف ہوگئے، محاذ قائم ہورہے تھے، لڑائی شروع ہی ہونیکو تھی کہ سردار دوجہاں سرور عالم وعالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک اطلاع ہوگئی، جماعت مہاجرین وصحابہ کو ہمراہ لیکر بے تحاشا بھاگتے ہوئے موقع پر پہونچ گئے اور درمیان میں کھڑے ہوکر باآواز بلند ارشاد فرمایا، "اللہ اللہ یامعشر المسلمین! اتدعون الجاهلية وانا بين اظهركم بعد اذ اكرمكم الله بالاسلام والف بينكم"
اللہ اللہ اے جماعت مسلمین! یہ جاہلیت کی پکار کیسی ہے حالانکہ میں تم میں موجود ہوں۔ اللہ نے تمکو اسلام سے مکرم ومشرف فرمایا تمہارے اندر باہمی الفت پیدا کی۔ جہالت کی تاریکیوں کو محو کیا۔ کیا ان ہی کفریات کی طرف الٹے پاؤں لوٹنا چاہتے ہو جس سے نکل کر آئے تھے
اس پیغمبرانہ آواز کا بلند ہونا تھا اور درد وتاثیر میں ڈوبے ہوئے دل کی گہرائی سے نکلے ہوئے الفاظ کا مبارک زبان سے صادر ہونا تھا کہ وہ سینوں کو چیرتا ہوا دلوں تک پہونچا۔ حواس باختوں کے حواس بجا ہوگئے بیہوشوں کو ہوش آگیا۔ شیطانی جال کے حلقے سب ایک ایک کرکے ٹوٹ گئے"
فعرف القوم انها نزغة من الشيطان فالقوا السلاح وعانق بعضهم بعضا

جاکین ،، سب سمجھ گئے کہ یہ شیطان (دشمنان اسلام) کی فتنہ انگیزی تھی دونوں فریق ہتھیار پھینک پھینک کر بچھڑے ہوئے بھائیوں کیطرح ایک دوسرے سے گلے مل مل کر رونے لگے،

ادھر حضرت جبریل امین وحی آسمانی لیکر پہونچے اور ارشاداتِ ربانی آیات قرآنی کا نزول ہوا،

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ یَرُدُّوْکُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ کٰفِرِیْنَ o وَکَیْفَ تَکْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ اٰیٰتُ اللّٰہِ وَفِیْکُمْ رَسُوْلُہٗ وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ o

ترجمہ مع تفسیر! اے ایمان والو اگر تم کہا مانوگے اہل کتاب میں سے کسی فرقے کا تو وہ لوگ تمکو تمہارے ایمان لائے پیچھے (اعتقاداً یا عملاً) کافر بنادیں گے (یعنی اے مسلمانوں تم ان مفسدین کے بھرّے میں نہ آنا۔ اگر تم انکے اشارے پر چلوگے تو اندیشہ ہے کہ آہستہ آہستہ نور ایمان سے نکل کر کفر کے

تاریک گڑھے میں دوبارہ نہ جاگرو) اور (بھلا) تم کیسے کفر کر سکتے ہو جبکہ تم (وہ ہو) کہ تم پر اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں اور تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں (اور دونوں قوی ذرائع ہیں ایمان پر قائم رہنے کے، یعنی یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ قوم ایمان لائے پیچھے کافر ہوجائے۔ یا کافروں جیسے کام کرنے لگے جس کے درمیان خدا کا عظیم الشان پیغمبر جلوہ افروز ہو جو شب و روز انکو اللہ کا روح پرور کلام اور اسکی تازہ بہ تازہ آیتیں پڑھکر سناتا رہتا ہے سچ تو یہ ہے اور امر یقینی ہے کہ) جو شخص اللہ کو مضبوط پکڑتا ہے (یعنی ایمان پر پورا قائم رہتا ہے تو ایسا شخص یقیناً راہ راست کیطرف ہدایت دیا جاتا ہے) یعنی جس نے ہر طرف سے قطع نظر کر کے ایک خدا کو مضبوط پکڑ لیا اور اسی پر دل سے اعتماد و توکل کیا اسے کوئی طاقت کامیابی کے سیدھے رستہ سے ادھر ادھر نہیں ہٹا سکتی ہے) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ایسا ڈرو جیسا کہ ڈرنیکا حق ہے اور بجز اسلام (کامل) اور کسی حالت پر جان مت دینا (یعنی ہر مسلمان کے دل میں پورا ڈر خدا کا ہونا چاہئے کہ اپنے مقدور بھر پرہیزگاری اور تقویٰ کی راہ سے نہ ہٹے اور ہمیشہ اس سے استقامت کا طالب رہے۔ شیاطین چاہتے ہیں کہ تمہارا قدم اسلام کے راستے سے ڈگمگا دیں۔ تمکو چاہئے کہ انھیں مایوس

مسلمانوں کے خلاف کوئی حرکت
کر دو۔ اور مرتے دم تک
نہ کرو۔ تمہارا جینا اور مرنا خالص اسلام پر ہونا چاہئے) اور
سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلو۔ اور باہم ناا تفاقی مت
مت کرو (یعنی سب ملکر قرآن کو تھامے رہو جو خدا کی مضبوط
رسی ہے۔ یہ رسی ٹوٹ تو سکتی نہیں ہاں چھوٹ سکتی ہے
اگر سب ملکر اسکو پوری قوت سے پکڑے رہو گے تو کوئی
شیطان شر انگیزی میں کامیاب نہ ہوسکیگا۔ اور انفرادی
زندگی کیطرح مسلم قوم کی اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور
ناقابل اختلال ہوجائیگی۔ قرآن کریم سے تمسک کرنا ہی وہ چیز
ہے جس سے بکھری ہوئی قوتیں جمع ہوتی ہیں اور ایک مردہ
قوم حیات تازہ حاصل کرتی ہے) اور تم پر جو اللہ کا انعام (ہوا)
ہے اسکو یاد کرو جبکہ تم باہم دشمن تھے (ایک مدت سے طویل
جنگ چلی آرہی تھی اور عام طور پر عرب کی یہی حالت تھی)
پس اللہ تعالیٰ نے (اب) تمہارے قلوب میں (ایک دوسر
کی) الفت ڈالدی۔ سو تم اللہ کے اس انعام سے آپس میں
بھائی بھائی (کیطرح) ہوگئے (یعنی صدیوں کی عداوتیں اور
کینے نکال کر خدا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے
تمکو بھائی بھائی بنادیا جس سے تمہارا دین اور دنیا دونوں
درست ہوگئے اور ایسی ساکھ قائم ہوگئی جسے دیکھکر تمہارے

دشمن مرعوب ہوتے ہیں۔ یہ برادرانہ اتحاد خدا کی اتنی بڑی
نعمت ہے جو روئے زمین کا خزانہ بھی خرچ کرکے میسر نہ
آسکتی تھی) اور تم دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے (یعنی
کفر و عصیان کی بدولت دوزخ کے بالکل کنارے پر کھڑے
تھے کہ موت آئی اور اسمیں گرے) سو اس (گڑھے) سے خدائے
تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی (یعنی خداوند کریم نے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ایمان و ایقان کی روشنی سینوں
میں ڈالی جس سے تمکو دوزخ سے نجات ملی سو تم ان انعاموں
کی قدر کرو۔ اور آپس کے جدال و قتال سے ان انعاموں
کو زائل مت کرو۔ حق تعالیٰ کے ان عظیم الشان دینی و دنیوی
احسانات کو یاد رکھو گے تو کبھی گمراہی کیطرف واپس نہ جاؤ گے)
اسی طرح اللہ تعالیٰ تملوگوں کو اپنے احکام بیان کرکے بتلاتے
رہتے ہیں تاکہ تم راہ راست پر (قائم) رہو (یعنی یہ باتیں اسقدر
کھول کھول کر سنانے سے مقصود یہ ہے کہ ہمیشہ ٹھیک راستے
پر چلتے رہو۔ ایسی مہلک اور خطرناک غلطی کا پھر اعادہ نہ کرو
اور کسی شیطان کے اغوا سے استقامت کی راہ نہ چھوڑو)
ان ہدایات ربانی اور پیغمبرانہ مخلصانہ تنبیہ نبوی کا اثر یہ ہوا کہ سب
مسلمان الفت و اخوت باہمی کی لڑی میں پھر منسلک ہوگئے اور
سمجھ گئے کہ یہ سب شیطان کی فتنہ انگیزی تھی جس سے چوکنا اور

ہوشیار رہنا ضروری ہے۔ مگر دشمنان اسلام اور منافقین بھی ایسے نہ تھے کہ نچلا بیٹھ جاتے اور اپنے ناپاک مقصد فتنہ انگیزی اور فساد سے باز رہتے۔ وہ تو ہر وقت تاک میں رہتے تھے کہ فتنہ انگیزی کا کوئی بہانہ ہاتھ آئے۔ اور کوئی بھی فتنہ ہو اسکے لئے گروہ بندی لازم ہے کہ کچھ لوگ اہل باطل کے ہمنوا ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ اہل حق کے۔ خاص طور پر اس ناپاک مقصد کیلئے قذف کا فتنہ بہت زیادہ موثر ہے۔ چنانچہ یہ بہانہ منافقین کے ہاتھ آگیا اور انھوں نے یہ فتنہ برپا ہی کر دیا۔

عزت و آبرو انسان کیلئے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ آدمی جان دیدیتا ہے مگر عزت و آبرو پر آنچ آنے دینا گوارا نہیں کرتا اور عزت و آبرو کے تعلق سے متہمین اور انکے اعزہ واقارب اور مخلص دوست و احباب کے جذبات برانگیختہ اور مشتعل ہو جاتے ہیں۔ نتیجے میں تفریق و انتشار خونریزی اور قتل و قتال کی نوبت آجاتی ہے

اس طوفان اور فتنہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تو آخر باپ ہی تھے انکی شدت غم اور کرب و الم کا کیا پوچھنا۔ باوجودیکہ حلم و وقار کے جبل عظیم تھے مثل ابراہیم حلیم و سلیم علیہ التحیۃ والتسلیم تھے مگر زبان مبارک سے یہ الفاظ ٹپک ہی پڑے

واللہ ما قیل لنا ھذا فی الجاھلیۃ فکیف ما اعزنا اللہ بالاسلام

خدا کی قسم یہ بات تو ہمارے حق میں زمانۂ جاہلیت میں بھی نہیں کہی گئی پھر جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو اسلام سے عزت بخشی تو اسکے بعد یہ کیسے ہو گیا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایکطرف سب سے زیادہ محبوبہ زوجہ عائشہ کی مفارقت کا اندیشہ، دوسری طرف نبی آخر الزماں اور دین الہٰی کے دامن کا داغدار ہونیکا خطرہ، امت میں اخوت باہمی میں رخنہ اور دراڑ پڑ جانیکا خوف، عجب کشمکش کا عالم تھا۔ گھر کی خادمہ اور دیگر اعزہ واقارب سے پوچھ گچھ سے اطمینان حاصل کر لینے کے بعد آخر کار مسجد نبوی میں بر سر منبر مجمع عام میں شدت غم کا اظہار اور کرب و بے چینی کا شکوہ کر ہی دیا۔ بالآخر ان آثار کا ظہور ہونے لگا جو ایسے زبردست فتنہ کے لئے لازم تھے۔ اور جو اعدائے اسلام اور گروہ منافقین کے عین منشاء کے مطابق تھے کہ انصار کے دونوں خاندان اوس اور خزرج کے درمیان تفریق نمودار ہونے لگی۔ اور ہر قبیلہ اپنی جماعت کی حمایت کے لئے آمادہ ہونے لگا جسکی تفصیل واقعات کے ضمن میں اوپر مذکور ہو چکی ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان کو تو بدنام کر ہی چکے تھے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اور خاندان میں بھی تفریق ہو سکتی تھی۔ مہاجرین اس بدنامی کو کب برداشت کر سکتے تھے اسلام کے برادرانہ اتحاد اور اجتماعی قوت میں رخنہ اندازی شروع ہو گئی تھی۔

مکی زندگی میں اعدائے اسلام کے ظلم و ستم کے مقابلے میں صبر و ضبط کا حکم تھا۔ جہاد کی اجازت نہ تھی۔ مدنی زندگی میں گو جہاد و قتال کی اجازت تھی مگر کفار و دشمنان اسلام سے۔ لیکن منافقین کی شرارتوں اور

کفریہ اقوال وافعال کی سزا میں حد درجہ احتیاط کیجاتی تھی۔ اور گو جہاں اس قسم کے منافق، فتنہ پرور، عداوت پیشہ اور غدار لوگوں سے مقابلہ تھا۔ وہیں مخلص، وفا شعار، جانثار، اسلام اور داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو کو اپنی آبرو، جان و مال نچھاور کرنیوالے دوست بھی تھے۔ اگر جاں نثاروں کو اسکی گنجائش دیدی جاتی اور وہ لڑنے مرنے پر مجبور و آمادہ ہو جاتے تو یقیناً منافقوں کا ناپاک مقصد پورا ہو جاتا اور مسلمانوں کے درمیان تفریق و انتشار اور گروہ بندی کا ہو جانا لازمی تھا۔ اور یہ اسلام کے کاز کیلئے انتہائی مضرت رساں ثابت ہوتا۔ مگر حق تعالیٰ کا فضل ہوا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات منبع البرکات کے وجود مسعود کی برکت اور تدبر و حکمت اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کوہ گراں حلم و وقار اور حضرات صحابہ کے صبر و ضبط نے آتش فتنہ کو آگے بڑھنے نہ دیا۔ اور سب نے دشمنوں اور منافقوں کی فتنہ انگیزی کو محسوس کر لیا

اس واقعہ کے رونما ہونیسے یہ امر عیاں ہو کر رہا کہ کوئی فتنہ خصوصاً عزت و آبرو پر حملہ یعنی تہمت لگا کر اس کا چرچا کر کے فتنہ کی آگ بھڑکا کر مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا۔ انکے جذبہ حمیت قومی و عصبیت کو زندہ کرنا اور برانگیختہ کرنا خبیث منافقوں کا کام اور انکا خبیث مقصد ہے

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جوش اور غصہ کیوقت حق کے مقابلہ میں قوم اور قبیلہ کی حمایت اور طرفداری ناجائز ہے۔ اور منافقوں کا کام ہے۔ جیسا کہ

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کیطرف سے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو کہا گیا کہ تو منافق ہے جو منافقوں کی طرفداری کرتا ہے۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ منافقوں کا یہ داؤں بڑا زبردست تھا کہ ضعفاء قلوب کے ساتھ ساتھ مخلصین بھی فتنہ سے متاثر ہو گئے۔ لیکن حق تعالیٰ ایسے موقع پر اہل حق کی مدد فرماتے ہیں۔ چنانچہ مدد فرمائی اور آخر کار اعدائے اسلام اور منافقوں کو منہ کی کھانی پڑی اور مخلصوں کے ذہن صاف اور خیالات پاک ہو گئے۔ والحمد للہ علی ذلک

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ

واقعۂ افک سے طبائع کے اختلاف مذاق کا بھی اندازہ ہوا۔ خبیث اور گندی باتیں خبیث اور گندوں کے لائق ہوتی ہیں اور ستھری باتیں ستھرے آدمیوں کے مناسب ہوتی ہیں۔ پاکباز اور ستھرے مرد و عورت ایسی گندی تہمتوں سے بری ہوتے ہیں۔ نیز گندی باتیں گندوں کی زبان سے نکلا کرتی ہیں۔ جنھوں نے کسی پاکباز کی نسبت گندی بات کہی سمجھ لو کہ وہ خود گندے ہیں۔ ستھرے لوگ ان باتوں سے بری ہیں جو یہ گندے لوگ بکتے پھرتے ہیں۔ بعض آدمی غیبت، بدگوئی، بہتان، فاحشہ اور بے حیائی کی باتوں

کا چرچا کرنا اور اسی قسم کی گندی باتیں کرنا ہی پسند کرتے ہیں۔ لیکن جو اچھے اور پاکیزہ لوگ ہیں وہ زبان سے اچھے کلمات نکالنا اور دل میں اچھے خیالات رکھنا پسند کرتے ہیں۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر کسے را خدمتے دادہ قضا　　در خور ہر گوہرش در ابتلا

ہر کسی کو قضا و قدر نے ایک ایک خدمت عطا فرما رکھی ہے جسکی استعداد ذاتی کے جو مناسب ہے بمصلحت امتحان وہی خدمت اسکے سپرد کر رکھی ہے۔

مہ فشاند نور سگ عو عو کند　　ہر کسے بر خدمت خود می تند

چاند نور افشانی کرتا ہے اور کتا عو عو کرتا ہے ہر شخص اپنی اپنی جبلت اور فطرت پر مستعد اور قائم ہے

زاغ در رز نعرہ زاغاں زند　　بلبل از آواز خوش کمے کند

زاغ باغ انگور میں زاغوں کا سا نعرہ لگاتا ہے اور کائیں کائیں کرتا ہے مگر اسکی وجہ سے بلبل اپنی اچھی آواز کو کم نہیں کرتا۔ یعنی جو لوگ اہل حق و تحقیق ہوتے ہیں۔ وہ اہل انکار کے انکار کیوجہ سے حق گوئی سے باز نہیں رہتے غرض گندی اور بری باتیں کرنیوالے گندی باتیں کرتے ہیں اور اچھی اور ستھری باتیں کرنیوالے اچھی اور ستھری ہی باتیں پسند کرتے ہیں۔

پس خریدار است ہر یک را جدا　　در مزاد یفعل اللہ ما یشاء

یفعل اللہ ما یشاء کے بازار میں ہر ایک کا خریدار، طالب اور قدر دان الگ الگ ہوتا ہے۔ کوئی باطل کو قبول کرتا ہے کوئی حق کو،

نقل خارستاں غذائے آتش ست　　بوئے گل قوت دماغ سرخوش ست

دیکھو خار و گل دونوں متضاد ہیں۔ ایک قابل نفرت تو دوسرا مرغوب، مگر اختلاف طبائع کیوجہ سے دونوں مرغوب ہیں۔ خار آگ کو مرغوب ہے اسلئے کہ وہ آگ کی غذا (ایندھن) ہے یعنی آگ کے مناسب ہے۔ اور بوئے گل لطیف دماغ کی لطیف غذا ہے۔ یعنی وہ لطیف دماغ کے مناسب ہے۔ جسکی جیسی طبیعت ہے ویسی ہی چیز اسکو پسند ہے۔

گر پلیدی پیش ما رسوا بود　　خوک و سگ را شکر و حلوا بود

اسی طرح گندگی اور پاخانہ ہمارے نزدیک رسوا اور ذلیل چیز ہے کیونکہ ہمارے مناسب نہیں۔ لیکن خوک و سگ کیلئے وہی حلوا اور لذیذ ہے کیونکہ اُن کو اسی سے مناسبت ہے

گر پلیداں ایں پلیدیہا کنند　　آبہا در پاک کردن می تنند

اگر پلید اور گندے یعنی بداخلاق لوگ ایسی پلیدی کرتے رہتے ہیں۔ تو کریں۔ انکے نصیب میں یہی ہے۔ لیکن انکے مقابل پانی کے افراد یعنی مطہرین حق بھی پاک کرنے پر تیار اور مستعد رہتے ہیں یعنی انکے آثارِ اضلال کو زائل کرتے رہتے ہیں

در جہانے پر شود از خار و خس　　آتشے محوش کند در یک نفس

اگر ایک دنیا خار و خس سے پر ہو جائے تو ایک آتش ایک دم میں اسکو فنا کر دیتی ہے۔ پوری دنیا بدگوئی کرنیوالوں، گندگی پھیلانیوالوں سے بھر جائے تو چند حق گوؤں کی حق گوئی اور مخلصوں کا اخلاص ان گندگیوں کو ختم کر دیتا ہے۔

گرچہ ماراں زہر افشاں میکنند ورچہ تلخاں با پریشاں میکنند

اگرچہ سانپ زہر افشانی کرتے رہتے ہیں۔ اور اسیطرح اگرچہ تلخ اخلاق لوگ ہم لوگوں کو پریشان کرتے رہتے ہیں

نحلہا بر کوہ و کندو و شجر می نہند از شہد انبار شکر

لیکن اسکے ساتھ شہد کی مکھیاں پہاڑ اور غلہ کی کوٹھی اور درخت پر شیرینی کے انبار شہد سے جمع کرتی رہتی ہیں۔

زہرہا ہرچند زہری میکنند زود تریاقات شاں بر میکنند

زہر اگرچہ ہلاکت کا اثر کرتے ہیں مگر انکے تریاقات فی الفور اس کا قلع قمع کر دیتے ہیں۔ زہر اپنا کام کرتے رہتے ہیں اور تریاقات اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔

بہر حال گندی باتیں پاکباز اور ستھرے لوگوں کو ہرگز ہرگز پسند نہیں۔ پاکباز لوگوں کو گندی باتوں میں بدبو محسوس ہوتی ہے۔ غزوۂ بنی المصطلق میں منافقین کا ایک گروہ شامل تھا جو ہر موقع پر اپنی فتنہ پردازی اور شر انگیزی ظاہر کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ اس سفر میں ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک میں کچھ اسی قسم کی باتیں سنائی دیں ارشاد فرمایا کہ یہ جاہلیت کی سی آوازیں کیسی؟ لوگوں نے بتایا تو آپ نے ارشاد فرمایا، دَعُوهَا فَاِنَّهَا مُنْتِنَةٌ " ان باتوں کو چھوڑ دو۔ بہ تحقیق کہ یہ باتیں گندی اور بدبودار ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اچھی باتیں پاکیزہ اور خوشبودار ہوتی ہیں اور بری

باتیں گندی اور بدبودار ہوتی ہیں۔ جنکی خوشبو اور بدبو کا احساس ظاہری اور حسی طور پر حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور انکے سچے متبعین کو وارثین کو ہوتا ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم فارتفعت ريح منتنة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتدرون ما هذه الريح هذه ريح الذين يغتابون المؤمنين (الترغیب والترہیب)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ناگہاں ایک سخت بدبو اٹھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمکو معلوم ہے کہ یہ بدبو کس چیز کی ہے۔ یہ بدبو انلوگوں کے منہ سے آ رہی ہیں جو اسوقت مسلمانوں کی غیبت اور بدگوئی کر رہے ہیں

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیبت اور بدگوئی کی اس بدبو کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی محسوس کیا اور جو حضرات آپکے ہمراہ تھے ان سب نے بھی محسوس کیا البتہ یہ بات کہ یہ غیبت اور بدگوئی کی بدبو ہے یہ حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے معلوم ہوا

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی کی روایت سیوطی کی خصائص کبریٰ میں بحوالہ ابو نعیم مذکور ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ

كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فهاجت ريح

ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ یکایک ایک سخت

منتنة فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ناسا من المنافقین اغتابوا ناسا من المومنین فلذلک ھاجت ھذہ الریح

بدبو اڑی جو غالباً اس سے پہلے کبھی نہ آئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم (اس عجیب وغریب بدبو سے تعجب مت کرو)

اسوقت چند منافقین نے چند اہل ایمان کی غیبت اور بدگوئی کی ہے اسی سے یہ بدبو نمودار ہوئی ہے (یعنی یہ شدت اور غرابت بدبو کی اہل ایمان کی غیبت کی عفونت سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کذب العبد تباعد عنہ الملک میلا من نتن ما جاء بہ (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو جھوٹ کی بدبو کیوجہ سے فرشتہ اس سے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔

افسوس کہ بعض لوگوں کو یہ بدبو اور گندگی پسند ہے کہ علماء وصلحا اور دیگر عام مسلمانوں کی غیبت، بدگوئی، الزام تراشی اور بدنام ورسوا کرنیکی باتوں ہی کے چکر میں پڑے رہتے ہیں جس کیوجہ سے معاشرہ اور ماحول بالکل گندہ اور بدبودار ہو جاتا ہے۔ نورانیت اور سکون رخصت ہو جاتے ہیں۔ شیرازہ میں پراگندگی پیدا ہو جاتی ہے ایسے بدبودار اور روحانی گندے ماحول میں جن بچوں اور نوجوانوں کی پرورش ہو گی اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ اخلاقی تباہی و بربادی، آزادی و آوارگی

لازم اور عوام کا بگاڑ یقینی ہے اور اخلاق کی تباہی جسم کی تباہی سے زیادہ نقصان دہ ہے، الفتنۃ اشد من القتل، فتنہ قتل سے زیادہ شدید ہوتا ہے

تاخیر براءت کی حکمت اور محبوبیت عائشہ رض

اللہ تعالیٰ قادر تھے کہ بالکل ابتداہی میں بذریعہ وحی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت وطہارت نازل فرما دیتے اور کسی کو اس سلسلے کو دراز کرنیکا موقع نہ ملتا۔ مگر براءت ایک مہینہ کے بعد نازل فرمائی تو اسمیں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ یہ واقعہ منجانب اللہ ایک ابتلاء وامتحان تھا۔ مقصد یہ تھا کہ مومنین ومخلصین کا ایمان واخلاص اور مفسدین ومنافقین کا فساد ونفاق خوب واضح ومنکشف ہو جائے۔ مومنین صادقین کے ایمان واستقامت میں اور منافقین کے نفاق وشقاوت میں اضافہ وزیادتی ہو جائے اور اچھی طرح واضح اور منکشف ہو جائے کہ کون شخص اللہ اور اسکے رسول اور انکے اہل خانہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے اور کون سوء ظن۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حق میں بدگمانی درحقیقت اللہ سے بدگمانی ہے کہ اپنے حبیب اعظم اور خلیل اکرم اشرف الخلائق، برگزیدۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کیلئے معاذ اللہ ایک ناپاک خبیث عورت کو مقدر فرمایا، تعالی اللہ عن ذلك علوا کبیرا
کافر اور منافق اور دشمن تو جو چاہے بکتا پھرے گا اور اللہ و رسول کے ساتھ سوء ظن رکھے گا اور آپ کو روحانی کوفت اور ایذاء پہونچائیگا۔ مگر مومنین صادقین جو دلائل و براہین کی روشنی میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی پاکبازی اور راست بازی معلوم کرچکے اور اس پر راسخ اور پختہ عقیدہ قائم کرچکے ہیں وہ کب اس بات کیلئے تیار و آمادہ ہوسکینگے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں یا وفات کے بعد کوئی ایسی بات کہیں یا کریں جو خفیف سے خفیف درجہ میں آپکی ایذاء اور تنقیص کا سبب بن جائے۔ تقاضائے صدق و اخلاص و ایمان یہی ہے کہ مومنین صادقین اپنے محبوب و مقدس پیغمبر کی عظمت شان کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں۔ مبادا غفلت و تساہل سے کوئی ایسی تکلیف دہ اور موذی بات یا حرکت صادر ہوجائے جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی کے لائق نہ ہو

یہ بات بالکل پوشیدہ نہیں ہے کہ ازواج مطہرات کی مخصوص عظمت وحیثیت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کیوجہ سے قائم ہوئی ہے۔ اور روحانی حیثیت سے وہ تمام مومنین کی مائیں قرار دیگئی ہیں وَأَزْوَاجُهُ

أُمَّهَاتُهُمْ "، تو کیا کسی امتی کے عقد نکاح ہی میں آنیکے بعد ان کا یہ احترام کما حقہ ملحوظ رہ سکتا ہے۔ لہٰذا ایک مومن صادق اسکو بھی بہت سخت بہت زیادہ تکلیف دہ اور بڑی بھاری گناہ کی بات سمجھیگا۔ کہ کوئی شخص ازواج مطہرات میں سے کسی سے آپکے بعد نکاح کا خیال دل میں لائے۔ یا حضور کی موجودگی میں بعد میں ایسے نالائق ارادہ کا اظہار کرے۔ اسی لئے تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَمَا لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوْا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا ط إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ○

اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ جائز ہے کہ تم رسول کی بیبیوں سے انکے بعد کبھی نکاح کرو، بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی بھاری بات ہے

سوچنے کی بات ہے کہ جب ان کے حق میں نکاح کے خیال کا گذر نہ تھا اور فی نفسہ جائز کا خیال تک نہ ہوسکتا تھا اور ایذاء کا سبب تھا۔ تو بھلا ایک ناجائز لذت، ایک خبیث جذبہ، ایک نالائق حرکت ایک موذی اور خدا اور رسول کو غضب ناک کرنیوالے فعل کے خیال کی گنجائش پرلے درجہ کے منافق اور بدطینت کے سوا کسی ادنیٰ ایمان رکھنے والے کے دل میں ہوسکتی ہے، حاشا وکلا، ہرگز نہیں ہرگز نہیں خصوصاً محبوبۂ محبوب خدا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تو اگر کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ام المومنین کے ساتھ خصوصی

وامتیازی معاملہ اور برتاؤ میں کمی اور ترمیم کی درخواست کرتا تھا تو یہ بھی آنحضور کیلئے باعث ایذاء ہوتا تھا۔ ام المومنین کی شان اقدس میں طعن و تشنیع اور کسی قسم کی بدظنی اور بدگمانی سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تاذی و تالم کا تو اندازہ بھی نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ام المومنین سے نہایت محبت کو سب لوگ جانتے تھے اگر حضرات صحابہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ہدایا و تحائف پیش کرنا ہوتا تو قصداً اسی روز پیش کرتے جس روز بیت عائشہ میں آپکے قیام کی باری ہوتی تھی۔

بخاری شریف میں ہے

ان الناس یتحرون بھدایاھم یوم عائشۃ یبتغون بذلک مرضاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لوگ اپنے ہدایا و تحائف پیش کرنیکے لئے عائشہ کے یہاں باری کے دن کا انتظار اور تحری کرتے تھے اس مقصد سے کہ اس سے حضور زیادہ خوش ہونگے

دیگر ازواج مطہرات کو بھی فطرتاً اسکی تمنا ہوتی تھی کہ حضور مسلمانوں کو حکم دیں کہ دیگر ازواج مطہرات کے باری کے دنوں میں بھی ہدایا و تحائف بھیجا کریں۔ مگر کسی کو عرض کرنیکی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ آخر سب نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تیار و آمادہ کیا اور وہ ان کا پیام لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر لخت جگر سے ارشاد فرمایا "یابُنَیّۃ الا تحبّین ما احبّ۔ اے میری پیاری بیٹی! میں جس سے محبت کرتا ہوں تم اس سے محبت نہ کروگی۔ صاحبزادی صاحبہ نے عرض کیا بلٰی "

کیوں نہ محبت کرونگی۔ حضور نے ارشاد فرمایا

فاحبّی ھذہ "، تو تم بھی اس سے یعنی عائشہ سے محبت کرو (یعنی لاتذکری مایکون سببا لکراھیۃ خاطرھا۔ مرقاۃ) یعنی بیٹی ایسی بات کا ذکر نہ کرو جو عائشہ کے لئے بار خاطر ہو۔ سبحان اللہ، یہ کیا بلند مرتبہ ہے حبیبۂ رسول کی طہارت و پاکیزگی کا۔ پھر کیوں نہ آپ کو اسدرجہ محبوب ہوتیں۔ کہ دوسروں سے بھی چاہتے کہ وہ ان سے محبت کریں "

پھر زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی اور حضور کو اسطرف توجہ دلائی اس پر آپنے فرمایا۔

لا تؤذینی فی عائشۃ فان الوحی لم یاتنی وانا فی ثوب امرأۃ الا عائشۃ وفی روایۃ وانا فی لحاف امرأۃ منکن فی غیرھا

یعنی عائشہ کے بارے میں مجھکو ایذاء نہ دو اسلئے کہ سوائے عائشہ کے اور کسی عورت کے کپڑے میں میرے پاس وحی نہیں آئی اور ایک روایت میں ہے کہ عائشہ کے سوا تم میں سے کسی کے لحاف میں میرے پاس وحی نہیں آئی

یہ سنکر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔

"اتوب الی اللہ من اذٰلک یا رسول اللہ ای مما یجر الی اذاک مرقاۃ "

اے اللہ کے رسول! آپکی ایذاء سے میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں توبہ کرتی ہوں یعنی ایسی چیز سے جو آپکی ایذاء کا باعث ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت

عنداللہ معلوم تھی۔ جو ظاہر تھی۔ ایک دن آپ نے فرمایا

یاعائشۃ ھذا جبریل یقرأ ک السلام	اے عائشہ یہ جبریل ہیں۔ تمکو سلام کہہ رہے ہیں۔

حضرت صدیقہ نے جواب دیا

وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (یارسول اللہ) تری مالا اری،،	وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یارسول اللہ جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ میں نہیں دیکھ رہی ہوں۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا مطلب یہ کہ جس کے اوپر حق تعالیٰ کی یہ عنایت ہو۔ فرشتے جسکو سلام کرتے ہوں۔ جسکا گھر بستر اور کپڑا اور لحاف مہبط وحی الہٰی ہو۔ جس گھر میں آسمانی وروحانی انوار و برکات کی بارش ہو رہی ہو۔ اگر ظاہری و دنیوی برکات کا بھی وہ مکان اور صاحب مکان مرکز ومورد ومحور بنجائے تو ہر طرح اس کا مستحق ہے۔ اور عام طور پر اگر قلوب میں منجانب اللہ محبت وعظمت القا کر دی جائے تو بعید نہیں ہے۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ دیگر حجرات ازواج مطہرات میں ہدایا کی تقسیم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تو کوئی کمی متصور نہ تھی۔ کیونکہ حضور جہاں بھی ہوتے ہدیہ وہیں پہونچتا۔ البتہ حضرت صدیقہ کیلئے کمی متصور تھی پس حضرات صحابہ کی توجہ کی کمی اور ہدایا کی کمی جناب عائشہ کیلئے ایذا کا باعث ہوتی۔ حضور کی ایذاء کا باعث بظاہر نہ ہونا چاہئے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ حضور

کو ہو رہی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ،،لاتوذینی فی عائشۃ،، عائشہ کے بارے میں مجھکو ایذا نہ دو،،

اس سے معلوم ہوا کہ عائشہ کی ایذا سے حضور کو ایذا ہوتی ہے جیسا کہ صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں

وھو ابلغ من لاتوذی عائشۃ لما یفید من اذاھا فھو یوذینی،	(یعنی حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ عائشہ کو ایذا نہ دو بلکہ فرمایا کہ مجھکو ایذا نہ دو) یہ

زیادہ بلیغ ہے اسلئے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو چیز عائشہ کو ایذا دیتی ہے وہ درحقیقت حضور کو ایذا پہونچاتی ہے

اور جو چیز حضور کو ایذا پہونچاتی ہے اس سے اللہ کو ایذا ہوتی ہے ارشاد نبوی ہے من اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فیوشک ان یاخذہ۔ جس نے مجھکو ایذا پہونچائی یقیناً اس نے اللہ کو ایذا پہونچائی اور جس نے اللہ کو ایذا پہونچائی قریب ہے کہ اللہ اسکو عذاب میں گرفتار کرے،، اللہ اکبر کس شدومد اور مبالغہ سے ایذاء عائشہ کی شناعت و قباحت بیان کیجا رہی ہے۔ ان نصوص کو سنکر بھلا کون اللہ و رسول پر ایمان رکھنے والا اس شنیع و قبیح اور موذی فعل کا خیال بھی دل میں لاسکتا ہے

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کو جو انکی ایذا سے ایذا ہوتی ہے وہ محض محبت ہی کیوجہ سے نہیں بلکہ انکی عظمت شان اور عنداللہ قدر و منزلت کیوجہ سے ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپنے صرف اپنی محبت ہی نہیں بیان فرمائی بلکہ ثوب ولحاف عائشہ میں نزول وحی بھی بیان فرمائی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ محبوبیت

کا یہ درجہ محض زوجیت اور محض حسن وجمال کی بدولت نہیں۔ بلکہ فطری ذکاوت وذہانت، غیر معمولی فراست وفرزانگی نیز دیگر اوصاف وصفات حسنہ، روشن نگہی وبلند خیالی واصابت رائے اور معاملات کی سوجھ بوجھ، غیر معمولی استعداد علم وفضل غرضکہ مجموعہ کمالات ظاہری وباطنی کیوجہ سے تھی۔ پھر کیوں نہ انکی ایذا سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور خود حضرت حق جل مجدہ کو ایذا ہو گی۔ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں اس بلیغ اہتمام سے جناب عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں زبان کھولنے کی شناعت وقباحت جو بیان کیگئی اسمیں یہ حکمت الٰہیہ مضمر تھی کہ علام الغیوب کو معلوم تھا کہ وصال نبوی کے چوبیس[۲۴] برس بعد جبکہ وحی الٰہی کا انقطاع ہو چکا ہوگا واقعہ جمل پیش آئیگا اس موقع پر حبیبۂ محبوب خدا کی شان اقدس میں بدگوئی کیجائیگی اور انکی ذات ستودہ صفات کو تنقید وطعن کا نشانہ بنا کر انکو ایذا پہونچائی جائیگی وہ موقع ایمان وکفر اخلاص ونفاق فہم اور نادانی کے امتحان کا ہوگا

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ مکتوبات جلد دوم مکتوب[۳۶] میں فرماتے ہیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہ حبیبۂ حبیب رب العالمین بودہ است وتالب گور مقبولہ ومنظورۂ او علیہ الصلوۃ والسلام بود حضرت پیغمبر مرض موت را

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو کہ حبیبۂ حبیب رب العالمین تھیں اور اخیر لمحۂ حیات تک حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مقبول اور آپکی منظور نظر رہیں اور

بحجرۂ او بسر بردہ ودر کنار او جان دادہ ودر حجرۂ مطہرۂ او مدفون گشتہ مع ذلک الشرف حضرت صدیقہ عالمہ ومجتہدہ بودہ است پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام بیان شطر دین را باو حوالہ داشتہ واصحاب کرام در مشکلات احکام رجوع بوے می نمودند وحل مغلقات از وے دریافتند این چنین صدیقہ مجتہدہ را بواسطۂ مخالفت امیر مطعون ساختن واشیائے ناشائستہ را بوے ملعب نمودن بسیار نامناسب است ودور از ایمان بہ پیغمبر است علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام امیر اگر داماد حضرت پیغمبر است وپسر عم است حضرت صدیقہ زوجہ مطہرہ اوست علیہ وعلی جمیع اہل بیتہ الصلوۃ والسلام وحبیبۂ مقبولہ او علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام
پیش ازین بچند سال واپ فقیر آں بودہ

جنکے حجرہ مبارکہ میں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت کے دن گذارے اور انھیں کے آغوش میں جان دی اور انھیں کے حجرۂ مطہرہ میں مدفون ہوئے اس شرف وفضل کے ساتھ ساتھ حضرت صدیقہ عالمہ اور مجتہدہ تھیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف دین انکے سپرد اور حوالہ کیا تھا۔ اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین احکام شریعت اور معاملات کی مشکلات میں انکی طرف رجوع کرتے اور ناقابل حل گتھیاں انسے حل کراتے تھے تو ایسی صدیقہ مجتہدہ کو حضرت علی سے واقعات جمل وغیرہ کی اختلاف کیوجہ سے مطعون کرنا اور ناشائستہ باتیں انکی طرف منسوب کرنا بہت زیادہ نامناسب اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان سے بہت بعید اور دور ہے اگر حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ آپکے داماد اور چچا زاد بھائی ہیں تو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا آپکی زوجہ مطہرہ ہیں علیہ وعلی

کہ اگر طعام می پخت مخصوص بروحانیات
مطہرہ اہل عبا می ساخت وبآں سرور
حضرت امیر وحضرت فاطمہ وحضرات
امامین راضم میکرد علیہم الصلوۃ والتسلیم
والتسلیمات، شبے درخواب می بیند
کہ آں سرور حاضر است علی آلہ الصلوۃ
والسلام فقیر بہ ایشاں عرض سلام
میکند متوجہ بفقیر نمی شوند ور و بجانب
دیگر دارند دریں اثنا بفقیر فرمودند
کہ من طعام در خانہ عائشہ میخورم
ہر کہ مرا طعام فرستد بخانہ عائشہ رضہ
فرستد، ایں زمان فقیر دریافت
کہ سبب عدم توجہ شریف
ایشاں آں بودہ کہ فقیر حضرت
صدیقہ را دراں طعام شریک
نمی ساخت بعد ازاں حضرت
صدیقہ را بلکہ سائر ازواج مطہرات
را کہ ہماں اہلبیت اند شریک
می ساخت وبجمیع اہل بیت

اہل بیتہ الصلوۃ والسلام نیز آپ کی
حبیبہ اور مقبول ومنظور نظر ہیں علیہ وعلی
آلہ الصلوۃ والسلام
اب سے چند سال پہلے فقیر کا معمول اور طریقہ
یہ تھا کہ اگر حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ
وسلم کے ایصال ثواب کیلئے کھانا پکاتا تھا
تو حضور کے ساتھ حضرت علی وحضرت فاطمہ
وحضرات حسنین کو بھی شامل کرلیتا تھا علیہم
الصلوۃ والسلام! ایکدن خواب میں کیا دیکھتا
ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
فرما ہیں۔ فقیر خدمت اقدس میں ہدیۂ سلام پیش
کررہا ہے لیکن آنحضور فقیر کیجانب متوجہ
نہیں ہوتے اور چہرۂ مبارک دوسری جانب
پھیرے ہوئے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ میں
عائشہ کے گھر کا کھانا کھاتا ہوں جو کوئی مجھکو
کھانا بھیجے اسے چاہئے کہ وہ عائشہ کے گھر
بھیجے (اللہ اللہ! یہ تعلق یہ شرف، یہ رتبہ،)
اب فقیر کو معلوم ہوا اور سمجھ میں آیا کہ حضور
کی عدم توجہی کیوجہ یہ ہے کہ محبوبۂ محبوب خدا

توسل می نمود، پس آزار وایذا
کہ بحضرت پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوۃ
والسلام از راہ حضرت صدیقہ
برسد زیادہ ازاں آزار و
ایذا است کہ از راہ حضرت
امیر برسد بر عقلائے صاحب
انصاف ایں معنی مخفی
نیست

ام المومنین عائشہ صدیقہ کو ایصال ثواب
میں شریک نہیں کیا تھا۔ اسکے بعد سے تو
پھر میں نہ صرف حضرت صدیقہ بلکہ تمام ہی
ازواج مطہرات جو کہ اہلبیت ہیں شامل
کرنے لگا۔ اور سب سے توسل کرنے لگا۔
حاصل یہ کہ جو آزار اور ایذا جناب پیغمبر خدا
علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت علی مرتضیٰ
کی شان میں گستاخی سے پہنچتی ہے اس سے
کہیں زیادہ اذیت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کے متعلق بیہودہ گوئی سے پہونچتی ہے
عقل مند اور صاحب انصاف پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے۔
بے شک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی ذات والا
صفات ایک معیار اور کسوٹی کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایمان وکفر، اخلاص و
نفاق کے مابین امتیاز کا ذریعہ ہے انکی عزت ایمان کی علامت انکی عظمت اخلاص
کی نشانی ہے۔
منافق از راہ نفاق کلمہ پڑھکر مسلمانوں میں ملے جلے رہتے ہیں جنکے
ظاہر حال پر منافق اور دشمن اسلام کہنا بسا اوقات مشکل ہوتا ہے۔ ضروری
ہوتا ہے کہ قدرت کیجانب سے ایسے حالات واقعات بروئے کار آئیں
جو کھرے کھوٹے، مومن ومنافق، صادق وکاذب، خبیث وطیب، اور پاک
ونا پاک کو کھلے طور پر ممتاز کردیں جیسا کہ حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں

ارشاد فرماتے ہیں

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ	اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس حالت (اختلاط و عدم امتیاز مخلصین) پر رکھنا نہیں چاہتے جس پر تم سب اب موجود ہو (بلکہ واقعات و شدائد کا ہونا اس وقت تک ہونا ضروری ہے) جبتک کہ ناپاک

(یعنی منافق کو) پاک (یعنی مومن مخلص) سے متمیز نہ فرمادے (اور یہ تمیز واقعات و شدائد سے خوب ظاہر ہوجاتی ہے اور اگر تمکو یہ وسوسہ ہو کہ بلا نزول شدائد ہی نزولِ وحی الی الرسول سے یہ تمیز سہل ہے کہ بتلا دیا جاتا کہ فلاں فلاں منافق ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ (بمقتضائے حکمت) ایسے امورِ غیبیہ پر تمکو (بلاواسطہ وقوعِ حوادث وغیرہ) مطلع نہیں کرنا چاہتے۔ (لیکن ہاں جکو اسکے مطلع فرمانا چاہیں اور ایسے حضرات وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں انکو (اسطرح مطلع کرنیکے لئے اپنے بندوں میں سے) منتخب فرمالیتے ہیں (اور تم پیغمبر ہو نہیں، سو تم کو ہم اسطرح ایسے امور کی اطلاع کیوں دیدیں البتہ واقعات ایسے نازل فرماتے ہیں کہ جسکے واسطہ سے بطور استدلال کے یہ تمیز ظاہر ہوجاوے۔ اور حکمتیں اسمیں گو بے شمار ہیں۔ اور انکی تفتیش کی ضرورت نہیں۔ لیکن ظاہراً یہ حکمت بھی معلوم ہوتی ہے کہ صرف وحی سے معلوم ہونیسے ظاہر میں اختلاط تو رہتا۔ اور غیر متجانسین کا اختلاط ظاہری سبب ہوتا اکثر مفاسد کا۔ اور اگر مسلمان انکو جدا کرنا چاہتے تو ان پر کوئی وجہ احتجاج کی نہ تھی وہ کہتے کہ ہم تو مخلصین میں سے ہیں۔ بخلاف اس صورت کے کہ واقعات پیش آئے اور وہ

ڈھل بھاگے۔ پھر خود ہی انکا منہ نہ رہا کہ دعویٰ اخلاص کریں اور مفاسد اختلاط سے اسطرح نجات ہوگئی (بیان القرآن)

لسان الغیب حضرت حافظ شیرازی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا کہ

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں   تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد

یعنی کیا اچھا ہو اگر تجربہ اور امتحان کی کسوٹی درمیان میں آجائے تاکہ جس کے اندر کھوٹ ہو اس کے منہ میں کالک لگ جائے اور وہ سیہ رو ہوجائے

چنانچہ لامحالہ عہدِ رسالت میں مخلصین و منافقین کے گڈمڈ رہنے کے مفاسد سے حفاظت کیلئے قانونِ خداوندی کو بروئے کار آنا تھا، آیا۔ یعنی واقعۂ افک رونما ہوا۔ دونوں گروہوں یعنی منافق و مخلص، مومن و کافر، خبیث و طیب کے درمیان اچھی طرح امتیاز ہوگیا اور کھرے کھوٹے کا امتحان ہوگیا۔ مومنین کو تسلی دیگئی۔ حضرت صدیقہ کی بابلغ وجوہ برأت و طہارت کا اعلان کیا گیا۔ اور منافقین کاذبین کو کافر، ملعون اور مستحق عذابِ عظیم والیم قرار دیا گیا۔ زوجۂ خیر البریّہ، مریم امتِ محمدیہ، محبوبہ رسول، ام المومنین جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شانِ اقدس میں زبان کھولنے کو باعثِ ایذاءِ خدا اور رسول ﷺ بتایا گیا۔ انکے ساتھ حسن ظن کی تاکید اور بلا تحقیق کسی بات کو مان لینے اور کہنے کی تقبیح کیگئی اور اسکو کذب قرار دیا گیا اور ہمیشہ کیلئے قائلین قذفِ عائشہ کے کفر پہ مہر لگا دیگئی

پھر بعد عہدِ رسالت جبکہ وفاتِ نبوی کو چوبیس سال گذر چکے تھے وحی آسمانی کا انقطاع ہوگیا تھا۔ کہ واقعہ جمل پیش آیا۔ اس موقع پر بھی ام المومنین کی شانِ اقدس

میں زبان طعن دراز کیگئی۔ انکی ذات عالی کو تنقید و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا منافقین و مفسدین، کذابین و دجالین کیجانب سے مغالطہ آمیز اور جھوٹی روایتیں گھڑی گئیں، شرمناک اور زہریلے پروپاگنڈے کئے گئے۔ جنکو مورخین نے اپنے ناپاک اور سیاسی مقاصد کے تحت بغیر تحقیق و تنقیح اپنی تاریخی کتابوں میں درج کر دیئے۔ جس سے ام المومنین کے بارے میں زبان طعن و تنقید کھولنے والے ایک ناپاک گروہ کا وجود ہوا اور روح و قلب نبوی فداہ قلبی و روحی کو کوفت و اذیت اور اس راستہ سے حضرت حق جل مجدہ کو اذیت پہونچانیکا نامبارک سلسلہ جاری ہوا

یہی وہ حقیقت تھی جو پہلے ہی سے علام الغیوب کے علم میں تھی اور اسی لئے اس کا انتظام و فیصلہ اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی ہی میں کر دیا تھا اور ذات عائشہ صدیقہ کو علامت ایمان و کفر اور فارق بین الحق والباطل بنا دیا تھا۔ چنانچہ انھیں نصوص قاطعہ کی روشنی میں محقق علمائے امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ، ہر زمانے میں یہی فیصلہ بھی فرماتے رہے۔ جس سلسلہ کی ایک کڑی امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا یہ ارشاد مذکورۃ الصدر ہے کہ

آزار و ایذاء کہ بحضرت پیغمبر علیہ و علیٰ آلہ الصلوۃ والسلام از راہ حضرت صدیقہ برسد زیادہ از آں آزار و ایذاء است کہ از راہ حضرت امیر رضؓ

جو آزار و ایذاء جناب پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت علی مرتضیٰ کی شان میں گستاخی سے پہونچتی ہے اس سے کہیں زیادہ اذیت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کے متعلق بے ہودہ

برسد، بر عقلائے صاحب انصاف این معنی مخفی نیست"

گوئی سے پہونچتی ہے عقلمند اور صاحب انصاف پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں"

اور پھر یہ فیصلہ کہ

این چنیں صدیقہ مجتہدہ را بواسطۂ مخالفت امیر مطعون ساختن و اشیائے ناشائستہ را بوے ملعقب نمودن بسیار نامناسب است و دور از ایمان بہ پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوۃ والسلام"

ایسی صدیقہ مجتہدہ کو حضرت علی رضؓ سے (واقعات جمل) وغیرہ میں اختلاف کیوجہ سے مطعون کرنا اور ناشائستہ باتیں انکی طرف منسوب کرنا بہت زیادہ نامناسب اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان سے بہت بعید اور دور ہے

حاصل یہ کہ مخلص و منافق کا باہم گڈمڈ رہنا مفاسد کا سب سے بڑا سبب ہے پس اس واقعہ کے رونما ہونیکے موقع پر رہتی دنیا تک کیلئے ام المومنین کی ذات ستودہ صفات کو تنقید و طعن کا نشانہ بنانیکی شناعت و قباحت منجانب اللہ بیان کیگئی۔ بدظنی، بدگوئی وغیرہ کی ممانعت کا قانون مقرر کیا گیا۔ اور برأت میں ایک ماہ کی تاخیر سے سب سے بڑے اس مفسدہ یعنی مخلصین و منافقین کے باہم اختلاط کی مضرت معلوم ہوئی۔ اور دونوں گروہوں یعنی مفسد و منافق اور مخلص و مومن صادق خبیث اور طیب، دوست اور دشمن، دانا اور نادان کے درمیان خوب اچھی طرح امتیاز ہوگیا۔ اور کھرے کھوٹے کا امتحان ہوگیا۔ فللہ الحمد

اصل حاکم شریعت ہے

نزول وحی سے قبل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غور وفکر اور تحقیق وتفتیش فرماتے رہے۔ مثلاً زوجۂ مطہرہ حضرت زینب اور گھر کی خادمہ حضرت بریرہ سے پوچھ گچھ فرمائی۔ سیدنا علیؓ اور حضرت اسامہؓ سے استشارہ فرمایا۔ اور مسجد نبوی میں برسر منبر مجمع عام میں شکوہ بھی فرمایا۔ مگر جب وحی الٰہی کا نزول ہوگیا تو آپ کا سارا تردّد وسارا اضطراب ختم ہوگیا۔ اجتہاد مشورہ اور تحقیق وتفتیش وغیرہ سب کے سب کا انقطاع اور خاتمہ ہوگیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر نازل کی ہوئی شریعت ہی کو اپنے اوپر حجت اور حاکم بنالینا اپنی ذات مقدس پر وحی الٰہی کو حاکم بناکر اپنے کو بالکل اس کے تابع کردینا ظاہر فرمادیا۔ یہ اسلئے کہ حق تعالیٰ نے شریعت کو وضع ہی اسلئے کیا ہے کہ وہ حجت اور حاکم ہے خلق پر خواہ نبی ہو یا غیر نبی، کبیر ہو یا صغیر، مطیع ہو یا عاصی، برّ ہو یا فاجر کسی ایک کے ساتھ مختص نہیں اور کسی شریعت کا استثناء نہیں۔ تمام شرائع کا یہی حال ہے کہ وہ حجت ہیں جمیع امم پر، یعنی جس امت پر جو شریعت نازل ہوئی وہ شریعت اس امت پر حجت اور حاکم بنائیگی حتیٰ کہ انبیاء ومرسلین بھی احکام شرع کے تحت داخل اور اسکے پابند ہیں۔

دیکھئے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جمیع احوال وتقلبات میں احکام شرع کے مخاطب ہیں۔ خواہ وہ آپکے ساتھ مختص ہوں یا حکم عام ہو آپ اور آپکی امت دونوں کو شامل ہو، مثلاً يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ، الی ان قال، خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ — اور — يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ — اور — لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِن بَعْدُ وَلَا أَن تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ — وغیرہا من الآیات یہ مختص ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ — اور مثلاً — يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ — ومثل ذلک۔ جو کہ عام ہیں حضور کو اور حضور کی امت کو، اسیطرح تمام تکالیف جو ہر مکلف پر وارد ہوئی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسمیں داخل ہیں

معلوم ہوا علی الاطلاق والعموم شریعت ہی اصل حاکم ہے آپ پر بھی اور تمام مکلفین پر بھی، یہی طریق موصل اور ہادیٔ اعظم ہے

حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتے ہیں

وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝

اور اسی طرح ہم نے آپکے پاس وحی یعنی اپنا حکم بھیجا ہے (اور آپ کو نبی بنایا ہے اور اس وحی کے وحی ہونے پر دلائل خارقہ قائم ہیں۔ جو آپکی اثبات نبوت کیلئے کافی ہے...... اور اسکے قبل) آپ کو

اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان (کاکمال اقصیٰ جوکہ اب
نہ یہ خبر تھی کہ کتاب کیا چیز ہے
حاصل ہے) کیا چیز ہے (گو نفس ایمان ہر نبی کو ہر وقت قبل نبوت بھی
حاصل ہوتا ہے) و لیکن ہم نے (آپکو نبوت اور قرآن دیا اور) اس قرآن
کو) آپکے لئے اولاً اور دوسرے کیلئے ثانیاً) ایک نور (یعنی ہادی الی العلوم والاعمال)
بنایا (جس سے آپکو یہ علوم عظیمہ و احوال رفیعہ حاصل ہوئے جس سے اسکا ہدایت
کبریٰ ہونا صاف ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ بہ نسبت اس کتاب کے جسکو پڑھکر
ایک ادنیٰ سا اہل علم بڑے درجہ کا عالم بنجائے۔ ظاہر ہے کہ عالی اور رفیع اور
انفع ہوگی اور ہم جس کے ذریعہ سے (آپ سے پہونچنے کے بعد) ہم اپنے بندوں میں
سے جسکو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں (پس اسکے نور عظیم ہونے میں کوئی شبہ
نہیں اب جو اندھا ہی ہو وہ اس نور کے نفع سے محروم بلکہ اس کا منکر ہے جیسے
یہ معترضین) اور (ہم نے نہدی بہ "پس ہدایت کو خاص اپنا فعل بتایا ہے
اور اس کے ساتھ "من نشاء" کہا ہے یہ ہدایت بالمعنی الخاص کے اعتبار سے ہے"
ورنہ ہدایت بالمعنی العام یعنی دلالت علی الطریق کے اعتبار سے وہ آپ کا منصبی
فعل ہے اور وہ سب کیلئے عام بھی ہے گو کسی عارض سے کسی تک خبر نہ پہونچے
چنانچہ) اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ آپ (اس قرآن اور وحی کے ذریعہ سے عام
لوگوں کو) ایک سیدھے رستہ کی ہدایت کر رہے ہیں" (بیان القرآن)

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس اول وہ ہے کہ جسکو
حق تعالیٰ جل مجدہ نے کتاب و ایمان کی ہدایت کی، پھر اسکے بعد آپ کے
متبعین کو، اور کتاب ہی ہادی اور وحی منزل مرشد اور مبیّن ہے اس

ہدی کی، اور عامہ خلائق ان ہی سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ اور
جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب شریف اور جوارح مبارکہ اور آپ کا
ظاہر، آپکا باطن، علماً و عملاً نور حق سے مستنیر ہوگئے تو پھر آپ امت کے
ہادی اور مرشد اعظم ہوگئے۔ کیونکہ حضرت حق نے تمام مخلوق سے پہلے اس
نور سے آپکی ذات مقدس کو مخصوص کیا اور اپنے امثال میں یعنی خلقۃ بشریہ
میں جو آپکے امثال تھے انہیں سے بطور اصطفائے اولی آپکا انتخاب فرمایا
اس لئے نہیں کہ آپ ایک بشر عاقل تھے کیونکہ اس وصف میں تو دوسرے
افراد بشری بھی شریک ہیں۔ اسلئے بھی نہیں کہ آپ خاندان قریش سے تھے
ورنہ تو ہر قریشی کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ اسلئے بھی نہیں کہ آپ بنی عبد المطلب
سے تھے، اسلئے بھی نہیں کہ آپ عربی تھے غرضکہ آپ کسی بھی اور وصف
کیوجہ سے نہیں بلکہ محض اسلئے کہ آپ اس وحی کے ساتھ مختص ہیں کہ
جس سے آپ کے قلب و جوارح نورانی ہوگئے چنانچہ آپ وحی الٰہی کی تصویر
اور قرآن کی تفسیر اور نمونہ اور چربہ ہوگئے آپکے حق میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ
کان خلقہ القرآن، بس قرآن ہی آپکا خلق ہے۔ اور حق تعالیٰ کی
جانب سے بشارت دیگئی کہ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ، بیشک یقیناً آپ
خلق عظیم پر ہیں۔ یہ اسی لئے کہ آپنے وحی الٰہی کو اپنے اوپر حاکم بنایا، علم
اور عمل ہر بات میں آپ وحی الٰہی کے موافق و مطابق ہوگئے۔ وحی الٰہی
کے قائل اور مذعن ہوگئے۔ ندائے وحی پر لبیک کہنے والے ہوگئے۔ حتی
کہ وحی الٰہی آپ پر حاکم اور آپکے ارادے سے موافق ہوگئی

اور یہ خاصیت آپ کی آپکی صداقت کی بڑی دلیل ہو گئی کیونکہ آپ جو امر لائے خود اسکے موتمر ہوئے جو نہی لائے خود اس سے منتہی ہوئے جو وعظ فرمایا خود اسکے متعظ ہوئے، دوسروں کو تخویف فرمائی تو خود اول الخائفین دوسروں کی ترجیہ فرمائی تو خود افضل الراجین ہوئے۔ خلاصہ یہ کہ حقیقت یہی ہے کہ شریعت منزلہ آپ پر حاکم تھی۔ اور وہی شریعت منزلہ صراط مستقیم ہے کہ جس پر آپ چلے۔ اور اسی لئے آپ حقیقی معنوں میں اللہ کے عبد ہو گئے۔ اور اسی لقب سے آپ ملقب کئے گئے جو کہ اشرف ترین وہ لقب ہے جو کسی بندے کا ہو سکتا ہے بلحوائے ارشاد ربانی سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ —— تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ —— وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا وغیرہا من الآیات السبی آیات کریمہ جنمیں صحت عبودیت کیساتھ مدح کیگئی ہے

اور جب ایسا ہے تو سائر خلق مستحق ہیں کہ شریعت ان پر حجت حاکمہ ہو اور سب کیلئے ہدایت کا منارہ ہو، کہ جسکے ذریعہ حق کیطرف ہدایت حاصل کریں انکا شرف ثابت ہی اسوقت ہوگا جبکہ احکام شرع کے ما تحت اعتقاداً قولاً اور عملاً داخل ہوں اور انھیں پر ان کا عمل ہو۔ اس شرف کا جو باعتبار عقل ہو یا اس شرف کا جو قوم میں حاصل ہو وہ بالکل ناقابل اعتبار ہے۔ شرف صرف وہی معتبر ہے جو تحکیم شریعت میں ہے

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ایک ترجمۃ الباب قائم فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شارع کا جب

حکم ظاہر ہو جائے تو پھر رجال کا نہ کوئی اختیار باقی رہجاتا ہے نہ اعتبار اور یہ کہ مشورہ قبل تبیین کے ہے۔ چنانچہ فرمایا

باب قول اللہ تعالیٰ (وامرھم شوریٰ بینھم۔ وشاورھم فی الامر) وان المشاورۃ قبل العزم والتبیین لقولہ تعالیٰ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ فاذا عزم الرسول لم یکن لبشر التقدم علی اللہ ورسولہ وشاور النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصحابہ یوم احد فی المقام والخروج فلما لبس لامتہ قالوا اقم فلم یمل الیھم بعد العزم وقال لا یلیق لنبی لبس لامتہ فیضعھا حتی یحکم اللہ وشاور علیاً واسامۃ فیما رمی بہ اہل الافک عائشۃ رضی اللہ عنہا (فسمع منہما) حتی نزل القرآن فجلد الرامین ولم یلتفت الی تنازعھم ولکن حکم بما امرہ اللہ

باب اس بات کے بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، امرھم شوریٰ بینھم وشاورھم فی الامر، اور اس بات کے بیان میں کہ مشاورت قبل عزم اور تبیین کے ہے بوجہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد فاذا عزمت فتوکل علی اللہ، تو جب رسول عزم کر لیں تو کسی بشر کیلئے جائز نہیں کہ وہ اللہ اور اسکے رسول پر تقدم کرے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے احد کے دن اندر رہکر لڑنے یا باہر نکل کر لڑنے کے بارے میں مشورہ کیا حضرات صحابہ نے باہر نکل کر لڑنے کا مشورہ دیا تو جب آپ سلاح جنگ زیب تن فرما کر باہر نکلے تو حضرات صحابہ نے محسوس کر کے کہ یہ مشورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شاید پسند نہیں) عرض کیا کہ یا رسول اللہ مدینہ ہی میں قیام فرما کر مقابلہ فرمائیے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد عزم کے

انکے مشورہ کیطرف کوئی توجہ نہیں فرمائی اور فرمایا کہ کسی نبی کیلئے لائق نہیں ہے کہ لباس جنگ سے آراستہ ہونیکے بعد پھر اسکو اتار دے جبتک کہ اللہ ہی کا حکم نہ ہو جائے ۔ اور آپ نے علیؓ اور اسامہ رضی اللہ عنہما سے افک عائشہ کے موقع پر اہل افک کے بارے میں مشورہ فرمایا اور ان دونوں کی بات سنی بھی مگر جب قرآن نازل ہوگیا تو پھر آپنے بغیر کسی پس و پیش اور بلا خوف لومۃ لائم قاذفین ۔ حد قذف جاری فرمائی اور انکے تنازعہ کیجانب کوئی التفات اور پرواہ نہیں کی اور اسی حکم پر عمل فرمایا جو اللہ نے آپکو دیا تھا ۔"

" آپنے اپنے عمل سے ثابت فرمادیا کہ اصل حاکم شریعت ہی ہے اور بس "

صحابہ کا اتباع شریعت

واقعہ افک کے موقع پر اور پھر براءت کی تاخیر سے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جذبہ فرماں برداری و اطاعت اور تحکیم شریعت کا بیّن طور پر ظہور ہوا ۔

صحابہ کی ایک بہت ہی قلیل جماعت یعنی صرف تین آدمی دو مرد اور ایک عورت تو فتنہ میں مبتلا ہو گئی تھی ۔ دیگر حضرات صحابہ دم بخود، رنجیدہ اور

مغموم اور متفکر تھے ۔ سب سے زیادہ غم تو اس بات کا تھا کہ محبوب و مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج و صدمہ پہونچا تھا اور آپکے بہت ہی محترم اور محبوب رفیق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عزت و آبرو پر حملہ کیا گیا تھا ۔ مگر کچھ نہ کر سکتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کی کوشش کرتے، ام المومنین کی پاکیزگی کے قرائن اور شواہد پیش کرتے تھے، اگر آپ علحدگی اختیار فرما لیتے تو اسکے معنی تو یہ ہوتے کہ تہمت کو گویا تسلیم کر لیا گیا ۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ دامن اقدس کا داغدار ہونا بلکہ دین الٰہی کا ناقابل اعتبار ہونا تسلیم کر لیا گیا ۔ اسکے علاوہ صاحب فضائل و کمالات محبوبہ کی مفارقت کا صدمہ برداشت کرنا پڑتا ۔ ادھر منافقوں سے کھل کر مقابلہ کرنا منشائے رسول اور مصلحت کے خلاف تھا ۔ مسلمانوں میں باہم تفریق اور گروہ بندی متوقع تھی ۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی خاموش رنج و غم میں گھٹ رہے تھے ۔ بیٹی کا رنج و غم بھی دیکھا نہ جاتا تھا ۔ غرضکہ معاملہ انتہائی نزاکت کو پہنچا ہوا تھا ۔

خلاصہ یہ کہ جماعت صحابہ میں قلق، اضطراب، تردّد اور کشمکش اور ہر طرح کی پریشانی تھی ۔ مگر نزول وحی کا ہونا تھا کہ تمام بدگمانیاں اور تردّدات اور پریشانیاں اسطرح یکلخت ختم ہو گئیں جسطرح سیلاب میں خس و خاشاک بہہ جاتے ہیں ۔ سبحان اللہ! یہ تھا قرآن کا احترام، یہ تھی وحی الٰہی کی عظمت یہ تھی احکام شریعت کی وقعت و حکومت کہ جونہی آیات قرآنی کا نزول ہوا سب کی گردنیں جھک گئیں، اور سارا فتنہ ختم ہو گیا ۔

یہی تھا اصحاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب اور طریقہ

کہ شریعت مطہرہ ہی کو اپنے اوپر حاکم بنالیا تھا اور اپنے کو شریعت کا محکوم اور تابع کر لیا تھا۔ جو شخص اصحاب رسول کے سِیَر و تاریخ کا مطالعہ کریگا اور انکے احوال کو دیکھیگا وہ یقینی طور پر اس بات کو جان لیگا

دیکھئے اصحاب سقیفہ نے جب امارت و خلافت کے بارے میں باہم تنازعہ کیا یہانتک کہ بعض انصار نے کہا کہ "منا امیرٌ و منکم امیرٌ"، اور آپس میں تنازعہ بڑھتا دکھائی دینے لگا تو صرف ایک خبر رسول "الائمۃ من القریش" سنکر سب کے سر اللہ و رسول کی اطاعت کیلئے جھک گئے، اور پھر کسی کی کسی رائے کا اعتبار نہ رہا۔ نہ اسکی طرف التفات ہوا۔ کیونکہ وہ اس اصول کو جان گئے تھے اور عامل ہو گئے تھے کہ "الحق ھوالمقدم علی آراء الرجال"، اور ایک ہی کیا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے، کتنی قوتیں اور جماعتیں بہ سبب اعراض عن الدلیل و اعتماد علی الرجال کے گمراہ ہو گئیں اور جادۂ صحابہ و تابعین سے ہٹ گئیں اور بغیر علم کے اپنی اہواء اور شہوات کی تابع ہو کر خود بھی گمراہ ہوئیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اہل ابتداع فی الدین کے مذہب کا حاصل بجائے شرع کے عقولِ رجال کی تحکیم ہے۔ انکا یہی سب سے بڑا اصول ہے جسپر انکے مذہب کی بنا ہے حکم شرع اگر انکی رائے کے موافق ہے تو قبول ہے ورنہ ردّ ہے عافانا اللہ عن ذلک من فضلہ!

افسوس ہمارے اس زمانہ کا مسلمان قرآن و حدیث کے صحیح ارشادات کے باوجود، اپنی غلط رائے، نفسانی جذبات اور بے جا ضد اور نفسانیت

پر اڑا رہتا ہے اور اللہ و رسول کے قوانین کے آگے سر نہیں جھکاتا ہے۔ یاد رکھو! مطلقاً تحکیم رجال شرعاً ضلال ہے حجت قاطعہ اور حاکم اعلیٰ شرع محمدی ہے اور بس!

منافقین کی ناکامی و مایوسی

اتنی طویل مدت میں منافقوں اور دشمنان اسلام کو اپنی پوری قوتوں کو صرف کرنیکا موقع ملا۔ مکر و خداع، عیاری اور چالاکی اور طلاقتِ لسانی سے تہمت کو صحیح باور کرانے میں اپنی پوری کوشش صرف کر دی۔ انہوں نے سوچ رکھا تھا کہ اسطرح سردار دو عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوزیشن کو داغدار کر کے لوگوں اور خاصکر مسلمانوں کے قلوب میں آپکی عظمت و وقعت کو ختم یا کم کر دینگے اور مسلمانوں کے اتحاد دینی میں رخنہ ڈالکر ان کی اجتماعی قوت کو کمزور کر دینگے اور ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام میں رکاوٹ پیدا کر دینگے، ایک ایک مجلس، ایک ایک مکان، ایک ایک کان میں خوب بنا بنا کر بات پہونچا کر سمجھا ہو گا کہ اور نہیں تو کم از کم جذبہ عقیدت اور اعتقاد و تعلق کو ضرور سست کر دینگے، مگر انکا منہ نکل آیا جب دیکھا کہ وحی آنے

ہی سب مسلمانوں کے سر جھک گئے اور سارا فتنہ ختم ہو گیا اور ان خبیث منافقوں کی شبانہ روز کی کوششیں یکسر باطل ہو گئیں اور آئندہ کیلئے ہمتیں پست اور مسلمانوں کو انکے چکمے اور بھرتے میں آنیسے بالکل مایوسی ہو گئی۔ اور یقین ہو گیا کہ ہم کتنی ہی کوشش اور تدبیر مسلمانوں کو لگا رکھنے کی کر ڈالیں مگر بہ برکت فیض صحبت نبوی جو نشہ ایمان و اخلاص کا چڑھ چکا ہے ہماری کسی قسم کی ترشی اسکے اتارنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی"

وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور انکے ساتھ دیگر ازواج مطہرات کی براءت و طہارت اور ظاہری و باطنی صفائی و پاکیزگی کا اللہ و رسول کیجانب سے بہت بلیغ اہتمام فرمایا گیا اسلئے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں دنیا میں ظاہری و باطنی پاکی و صفائی میں مثالی شخصیت ہوتے ہیں اسلئے اللہ تعالے انکو ازواج بھی انکے مناسب شان عطا فرماتے ہیں۔ لہذا سرتاج انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج مطہرات بھی صفائی ظاہری و باطنی اور پاکیزگی میں آپکے مناسب شان عطا فرمائی ہیں۔

اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان سب میں ممتاز ہیں۔ ان کے بارے میں شک و شبہ وہی کر سکتا ہے جسکو خود رسول اللہ پر ایمان نہ ہو، اور آپکی شان امتیازی اور معصومیت اور پاکیزگی پر یقین نہ ہو۔ دینی و اخلاقی پوزیشن کی برتری اور صفائی اعلیٰ سے اعلیٰ دنیوی عزت و وجاہت سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ خدا کے پیغمبر کی نسبت لوگوں کی ادنیٰ بدگمانی بھی ہدایت و ارشاد کے کام میں بڑی بھاری رکاوٹ ہے اگر ایسی تفصیل اور صفائی کیساتھ جھوٹی تہمت کا قطعی طور پر استیصال نہ کیا جاتا تو بہت ممکن تھا کہ بہت سے ناواقف لوگ عصمت کے بارے میں تردّد اور شبہ میں پڑ جاتے اور معاندین و حاسدین کچھ زمانہ کے بعد ان ہی بے اصل اثرات سے فائدہ اٹھا کر ان کے خلاف منصوبہ کھڑا کر دیتے، تو بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ حق تعالیٰ اپنے پیارے طاہر مطہر اور معصوم پیغمبر کے دامن اقدس کو ازواج کی جہت سے داغدار رہنے دیکر اپنے معصوم دین و شریعت کی عصمت کو مشتبہ ہونیکے وسوسہ کی گنجائش رہنے دیتے۔ ضروری تھا کہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دیتے اور قطعی طور پر استیصال کر دیتے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ بھر ثبوت و قرائن کے فراہم کرنیکی فکر میں نہایت صبر و استقلال کیساتھ لگے رہے۔ فوراً ہی انقطاع تعلق کا ارادہ نہیں فرمایا۔

اور مذکورۃ الصدر اصول کی روشنی میں عدم ثبوت و عدم قرائن صفائی اور پاکیزگی کے بحال رہنے کیلئے کافی تھا۔ مگر حق تعالیٰ نے حکمت بھری تاخیر کے بعد صفائی کا مزید و بلیغ اہتمام فرماتے ہوئے شبہات کا قطعی طور پر

* استیصال ہی فرمادیا۔ اور الطیبون للطیبات کو سچا کر دکھایا۔ یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم طیب اور ستھرے ہیں تو ضرور آپکی بیویاں بھی ستھری ہیں۔ پس آپکے دامن اقدس کا بی بی کی جہت سے داغدار ہونیکا قطعاً شبہ نہ رہا۔ اور آپکی ستھرائی اور پاکیزگی میں ذرا فرق نہ آیا۔ اور جیسے نبی کا نبی اور معصوم اور طیب ہونا متقاضی ہے ازواج نبی کے طیب اور طاہر ہونیکا اسیطرح ازواج نبی کا زوجۂ نبی ہونا اور طیب وطاہر ہونا متقاضی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت اور طہارت کو، یعنی نبی کی طہارت دلیل اور متقاضی ہے ازواج نبی کے طہارت کی، تو ازواج نبی کی طہارت دلیل اور متقاضی ہے نبی کے طہارت کی

ازواج مطہرات علاوہ ذاتی بزرگی کے امہات المومنین ہیں، مائیں اپنی اولاد کی بڑی حد تک ذمہ دار ہوتی ہیں۔ لازم ہے کہ انکے اعمال واخلاق اولاد کیلئے اسوہ اور نمونہ بنیں۔ امہات المومنین کا درجہ اس نسبت کیوجہ سے بھی بہت بلند ہے جو قدرت نے سرور کونین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شرف معیت کی بنا پر انکو ودلیت فرمایا تھا۔ چاہئے کہ اخلاقی و روحانی زندگی اس معیار پر ہو جو اس مقام رفیع کے مناسب ہو، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ — اے نبی کی عورتو! تم معمولی عام عورتوں کیطرح پر نہیں ہو۔ اگر تم تقویٰ پر قائم رہو

یعنی تمہاری حیثیت اور مرتبہ عام عورتوں کیطرح نہیں ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے تمکو سید المرسلین کی زوجیت کیلئے انتخاب فرمایا اور امہات المومنین

بنایا۔ لہٰذا اگر تم تقویٰ وطہارت کا بہترین نمونہ پیش کرو گی جیسا کہ تم سے متوقع ہے۔ اسکا وزن اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت زیادہ ہوگا۔ اگر بالفرض کوئی بری حرکت سرزد ہو تو اسی نسبت سے زیادہ بھاری اور قبیح ہوگی ؎

غرض بھلائی کیجانب ہو یا برائی کی، عام مومنات سے تمہاری حیثیت ممتاز رہیگی۔ برائی سے بچنا اور نیکی کیطرف سبقت کرنا سب کیلئے ضروری ہے۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کیلئے سب عورتوں سے زیادہ ضروری ہے۔ اسی لئے انکی ہر ایک بھلائی اور برائی وزن میں دگنی قرار دی گئی، چنانچہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ۝ وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِیْمًا

اے نبی کی بیویو! جو کوئی تم میں سے کھلی ہوئی بیہودگی کریگی تو اسکو (اس پر آخرت میں) دوہری سزا دیجائیگی اور یہ بات اللہ کے اوپر آسان ہے اور جو کوئی تم میں اللہ کی اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کریگی، اور نیک کام کرتی رہیگی تو ہم اسکو اس کا ثواب بھی دوہرا دینگے اور ہم نے اسکے لئے (علاوہ اجر مضاعف موعود کے) ایک (خاص) عمدہ روزی (جو جنت میں ازواج نبی کیلئے مخصوص ہے اور جو صلۂ عمل سے زائد ہے) تیار کر رکھی ہے

مطلب یہ ہے کہ تم اوروں سے بڑھکر ان چیزوں کا اہتمام رکھو، کیونکہ تم نبی کی بیوی ہو، نبی کی اقرب ہو، امت محمدیہ کے لئے نمونہ ہو اور خود پروردگار عالم نے ازواج مطہرات کی صفائی ستھرائی اور پاکیزگی کا خاص طور پر اہتمام

فرمانیکی خبر اپنے کلام پاک میں دی ۔ چنانچہ فرمایا

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ○

اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہے (کہ اے پیغمبر کے) اہلبیت (گھر والو) (تم سے معصیت و نافرمانی کی) آلودگیوں کو دور رکھے (اور تم کو ظاہراً و باطناً، عقیدۃً، عملاً اور خلقاً بالکل پاک وصاف رکھے"

یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت (گھر والوں) کو احکام الٰہیہ پر عمل کرا کر خوب پاک وصاف کردے ۔ اور انکے مرتبے کے موافق ایسی قلبی صفائی اور اخلاقی ستھرائی عطا فرمائے جو دوسروں سے ممتاز اور فائق ہو، اسلئے کہ حق تعالیٰ نے يُطَهِّرَكُمْ کے بعد تَطْهِيرًا بھی فرمایا ہے جس سے اسطرف اشارہ ہوتا ہے کہ بہت زیادہ پاکی وصفائی و ستھرائی منظور ہے"۔

حضرات علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ مراد تطہیر سے "تہذیب النفس" "تصفیہ قلب اور تزکیۂ باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ ہے جو اکمل اولیاء کو حاصل ہوتا ہے، گو اس مرتبہ کے حصول کے بعد وہ انبیاء کیطرح معصوم تو نہیں بن جاتے، تاہم محفوظ ضرور کہلاتے ہیں ۔ اور اللہ کو اس کا ارادہ کو پورا کرنیسے کوئی مانع نہیں لہٰذا ضرور ہے کہ اسکا ارادہ پورا ہو، چنانچہ اللہ کا ارادہ پورا ہوا اور ازواج نبی مطہرات ہوئیں ۔ رضی اللہ عنہن

آیات براءت سے منفی طور پر ازواج مطہرات کی طہارت ثابت ہوئی یعنی انکا ناپاک نہ ہونا ثابت ہوا ۔ کہ وہ فعل خبیث خاص سے بری اور طاہر ہیں ۔ اور ان نصوص قطعیہ مذکورہ سے ان کا تمام رجس و دنس، معاصی اور

نافرمانیوں کی آلودگیوں سے دور ہونا، ظاہراً باطناً، عقیدۃً، عملاً اور خلقاً پاک ہونا، تہذیب النفس، تصفیہ قلب اور تزکیۂ باطن کا اعلیٰ مرتبہ حاصل ہونا ثابت ہوا ۔ جو اس بات کا متقاضی ہے کہ ایسی پاکباز عورتوں کے شایان شان اعلیٰ درجے کا پاکباز، معصوم اور طیب و محترم شوہر ہونا چاہیئے سبحان اللہ! کیا عظمت ہے اللہ کے محبوب و مقدس پیغمبر کی، اور کیا عظمت ہے پیغمبر کی مقدس اور مطہر ازواج کی !

اسی لئے منافقین نے جب ایک زوجۂ نبی کی طہارت و عصمت پر دھبہ لگانا چاہا تو حق تعالیٰ نے بڑے زوردار طریقے اور اہتمام سے اس اصول اور حقیقت کیطرف متوجہ اور متنبہ فرمایا کہ ایک کیا کل ازواج نبی کو ہم نے ایسا طاہر بنایا ہے جیسا کہ ازواج نبی کو ہونا چاہئے ۔ اور تیرھویں آیت میں یہ فرمایا کہ جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاکدامن ہیں اور ایسی باتوں کے کرنیسے بے خبر ہیں اور ایمان والیاں ہیں اور وہ عائشہ اور تمام ازواج مطہرات ہیں انپر دنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور انکو آخرت میں بڑا عذاب ہوگا"۔ تمام ازواج مطہرات کی پاکی اور صفائی کی خبر دیدی، چنانچہ ان آیات کے نزول اور ان نصوص کے ورود کے بعد ازواج مطہرات میں سے کسی کو جو متہم کرے اور توہین و تنقیص کرے وہ کافر، مکذب قرآن، اور اسلام سے خارج ہے

۔ اللالکائی کہتے ہیں کہ

بعض ائمہ اہلبیت کے سامنے کسی رافضی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ پر طعن کیا تو انھوں نے اپنے غلام کو اسکی گردن مارنے کا حکم دیا ۔ اور فرمایا۔

هٰذا رجل طعن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالے الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات اولئک مبرءون مما یقولون لہم مغفرۃ ورزق کریم فان کانت عائشۃ خبیثۃ فالنبی صلی اللہ علیہ وسلم خبیث فہو کافر فاضربوا عنقہ فضربوا عنقہ وانا حاضر"

اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ خبیثات خبیثون کیلئے ہیں اور خبیثون خبیثات کیلئے اور طیبات طیبون کیلئے اور طیبون طیبات کیلئے ہیں الخ تو معاذ اللہ اگر عائشہ صدیقہ خبیثہ تھیں تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ...... ہیں اور جو خبیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کہے وہ بلاشبہ کافر ہے اور قابل گردن زدنی ہے لہٰذا اسکی گردن مار دو

اور اسکے بعد اسی رافضی کی گردن ماردی گئی اور میں اسوقت حاضر تھا۔

اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ حرانیؒ اپنی کتاب "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" میں فرماتے ہیں — کہ حسن بن زیدؒ کے سامنے عراق کے ایک شخص نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان اقدس میں کوئی بیہودہ کلمہ کہا۔ فوراً ہی حضرت حسن بن زیدؒ اٹھے اور ایک ڈنڈا اسکے سر پر اس زور سے مارا کہ اسکا بھیجا نکل پڑا اور وہ ختم ہوگیا۔"

واقعۂ افک کے بیان کے ضمن میں آپنے اوپر پڑھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں بر سر منبر مجمع کے سامنے فرمایا کہ

یا معشر المسلمین من یعذرنی من رجل قد بلغنی اذاہ فی اہل بیتی

اے معشر مسلمین! کون ہے جو میری اس شخص کے مقابلے میں مدد کرے کہ جس نے مجھکو میرے گھر والوں کے بارے میں ایذا پہونچائی ہے

معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک بہت ہی متاذی اور متألم تھا۔ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا

جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اسکے رسول کو انپر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے انکے لئے ذلت دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے"

یعنی اللہ ورسول کو ایذا دینے والے دنیا و آخرت میں ملعون اور مطرود اور سخت رسواکن عذاب میں مبتلا ہونگے اور اللہ کی ایذا یہ ہے کہ اسکے پیغمبروں کو ایذا دیں اور انکی جناب میں نالائق باتیں کہیں"

چنانچہ حضور کے یہ فرماتے ہی کہ کون ہے جو اس شخص کے مقابلے میں میری مدد کرے جس نے میرے اہلبیت کے بارے میں مجھکو ایذا پہنچائی ہے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اسکے قتل کیلئے دل و جان سے حاضر ہیں" معلوم ہوا کہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔

اور آیت مذکورہ کے بعد متصلاً حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ

اور جو لوگ تہمت لگاتے ہیں مسلمان مردوں

الْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِينًا" — اور مسلمان عورتوں کو بغیر گناہ کے تو انھوں نے جھوٹ اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا"

اسیوجہ سے حضرات اہل علم کا اتفاق ہے کہ جو خبیث اپنی خباثت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو تہمت لگائے وہ بلاشبہ کافر، مرتد اور واجب القتل ہے، اور جو شخص عام مسلمانوں کی بیبیوں پر تہمت لگائے وہ بلاشبہ فاسق وفاجر ہے اور مستحق سزا ہے

عام مومنین کی حرمت اور عظمت کے بارے میں تو احقر کے رسالہ تحذیر المسلمین عن تعییر المحصنین،، الملقب بہ "حرمت مسلم کا مطالعہ کریں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی ازواج کی عظمت بیان فرماتے ہوئے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

اَلنَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ — نبی اہل ایمان کیساتھ انکی جان سے بھی زیادہ قریب ہے اور نبی کی بیبیاں اہل ایمان کی مائیں ہیں "

جو نبی اور پیغمبر اللہ کی جانب سے اسلئے مبعوث ہوا کہ دنیا سے تمام ظاہری اور باطنی فواحش (بے حیائیوں) کا استیصال کر دے ـ تمام ظاہری اور باطنی نجاستوں اور گندگیوں کا خاتمہ کر دے ـ پھر جس نبی نے بہت ہی قلیل مدت میں ایک اقلیم کو پاک وصاف کر کے رکھدیا " بے حیائی کو حیا اور غیرت سے" بدکاری کو عفت وعصمت سے بدل دیا جکی

شہادت پروردگار عالم نے اپنی پاک کتاب میں دیتے ہوے فرماتا ہے وَيُزَكِّيهِمْ " اور لوگوں کو (مومنین کو) پاک وصاف کرتے ہیں۔
حق سبحانہ وتعالیٰ نے جس ذات عالی کو نبوت ورسالت کے منصب عالی پر فائز فرمایا اپنا مصطفےٰ، مجتبیٰ، مرتضیٰ اور مقدس بنایا کیا ایسے طاہر ومطہر، طیب اور مقدس کے متعلق یہ واہمہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے گھرانہ کو پاک وصاف نہ کرسکا۔ اور کیا ایسے اکرم الخلائق اور اشرف کائنات کے متعلق اس واہمہ کی گنجائش ہو سکتی ہے کہ انکی زوجیت کیلئے کسی خبیثہ اور ناپاک کا انتخاب کریگا، اور کیا خداوند قدوس کسی زانیہ وفاجرہ کو ایسے عظیم الشان اور معزز ومکرم لقب امہات المومنین، سے اپنے کلام قدیم میں سرفراز فرما سکتا ہے؟

حاشا وکلا ثم حاشا جنابہ عن ذلک

البلاء للولاء

ام المومنین جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بذات خود ایک مقدس، پاکباز خاتون تھیں۔ حضرت حق سبحانہ کے ساتھ انکا ربط و تعلق کمال درجہ قائم تھا۔ طیبات محصنات مومنات اور غافلات سے تھیں۔ سردار دو عالم نبی مکرم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب اور محب بیوی تھیں، افضل البشر بعد الانبیاء، بالتحقیق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نور نظر لخت جگر تھیں۔ خود کمال نفیس غیرتِ نسوانی اور عزت کی امانتدار تھیں۔ مزید براں یہ خیال کہ ہائے میں اور اپنی حیثیت عرفی اور پوزیشن کے ساتھ ساتھ معظم و مکرم محبوب و محترم شوہر اور محترم باپ کی حیثیت عرفی اور پوزیشن کے داغدار ہو جانیکا سبب بنوں۔ اور یہ تصور کہ محبوب و محترم شوہر صلی اللہ علیہ وسلم مجھکو اپنے سے علیحدہ کر دیں، یا کم از کم نگاہیں پھیر لیں یہ خیال سوہان روح یہ تصور قیامت سے کم نہ تھا۔

ان امور کا تقاضا تھا کہ افک و بہتان کا صدمہ ناقابل برداشت اور تحمل سے باہر ہو جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ بھر کے شور و غوغا کی مدت میں انکو افک و بہتان سے قطعی بے خبر رکھا۔

نزول وحی اور براءت سے بس چند ہی روز قبل بذریعہ ام مسطح انکو خبر ہوئی۔ ابھی پوری طرح یقین نہیں تھا۔ مگر فرماتی ہیں، فاخبرتنی بقول اہل الافک فازددت مرضا علی مرضی، "جب ام مسطح نے اہل افک و بہتان کی باتیں سنائیں تو میں بیمار تو تھی ہی مگر بیماری اور بڑھ گئی۔"

اور جب تحقیق کیلئے اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق کے گھر گئیں تو والدہ محترمہ ام رومان کا بیان ہے کہ پوچھنے پر جب انکو معلوم ہوا کہ والد ابوبکر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تہمت کی اطلاع ہو گئی ہے تو یہ سنکر بیہوش ہو کر گر پڑیں اور بخار چڑھ آیا۔ فرماتی ہیں۔

فخرّت مغشیا علیہا فلما افاقت اخذتہا الحمّٰی بنافضۃ

تو بے ہوش ہو کر گر پڑیں اور جب ہوش آیا تو لرزہ اور کپکپی کیساتھ بخار آ گیا۔"

اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں پھر والد محترم کے فرمانیسے بہت جلد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر واپس ہو گئیں اور خود بیان کرتی ہیں کہ

فاصبح ابوای عندی وقد بکیت لیلتین ویوما لا اکتحل بنوم ولا یرقأ لی دمع یظنان وفی روایۃ اظن ان البکاء فالق کبدی

بوقت صبح میرے والدین میرے پاس تشریف لائے اور میں دو رات اور ایک دن روتی رہ گئی تھی کہ نہ تو میں نے آنکھوں میں نیند کا سرمہ لگایا اور نہ میرے آنسو تھمے تھے۔ اور میرے والدین سمجھ رہے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ میں سمجھ رہی تھی کہ یہ رونا میرے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا

اور پھر بعد عصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ملاحظہ فرمایا کہ

بخار زور کا ہے۔ پنڈلی بھبھک رہی ہے۔ لرزہ اور کپکپی طاری ہے اوپر لحاف ڈال دیا گیا ہے۔ دائیں بائیں والدین پکڑے ہوئے ہیں۔ الغرض سوزش غمہائے نہانی سینے کے اندر ہی رہنے سے انکار کر کے بیتابی کے ساتھ متجاوز ہو کر باہر آگئی ہے اور پورے جسم کو محیط ہو گئی ہے اور یہ بھی ملاحظۂ عالی سے گذر گیا کہ اس تپش و سوزش اور درد و غم، رنج و الم کا باعث وہی افک و بہتان کی خبر ہے۔ بقول مولانائے روم رح

بندگان خاص علام الغیوب در جہان جاں جواسیس القلوب

یعنی علام الغیوب کے خاص بندے روحانی دنیا میں قلوب کے جاسوس ہیں

در درون دل در آید چوں خیال پیش شاں مکشوف باشد سرِ حال

جب دل میں کوئی خیال اور جذبہ ہوتا ہے تو ان حضرات کو پوشیدہ حال مکشوف ہو جاتا ہے

چنانچہ حالت دیکھکر ارشاد فرمایا۔ کہ

فلعل فی حدیث تحدث به" یہ کیفیت شاید اسی افک و بہتان کی باتوں کی خبر سے ہوئی ہے جو کہی جا رہی ہے

اس سے معلوم ہوا کہ درد و غم، رنج و الم کی شدت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ اور اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اگر اول ہی سے اطلاع ہوتی اور مہینہ بھر اس مشقت اور مجاہدے میں رہنے کی نوبت آتی تو حضرت صدیقہ اپنی عزیز جان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھتیں پس اگر یہ کہا جائے کہ آپ کا یہ تین دن کا مجاہدہ دوسروں کے سالہا سال یا کم از کم مہینہ بھر کے مجاہدہ سے ضرور بڑھا ہوا تھا تو بے جا نہ ہوگا!

اور مجاہدہ و مشقت، بلا و مصیبت، خلش و سوزش، درد و غم، رنج و الم، خواہ نقصان جان سے ہو یا نقصان مال سے یا ان دونوں سے بڑھکر نقصان آبرو سے ہو، اگر اسمیں اہل معاصی و جرائم مبتلا ہوں تو ضروری نہیں کہ بطور عقوبت اور سزا ہی کیلئے ہو بلکہ مقصود اس سے انکی تمحیص اور تطہیر بھی ہوتا ہے اس رنج و بلا میں مبتلا ہونیسے نفس کی ظلمتیں دور ہو کر مُردہ قلوب میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ نفس دب کر ذلیل ہو جاتا ہے اور قلب نورانی ہو کر حق تعالیٰ کیطرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ شہوتوں سے رُخ مڑ کر حق کیطرف پھر جاتا ہے۔ غم اور رنج سے زیادہ تطہیر و تکفیر کیلئے کوئی شے موثر نہیں

اور اگر اہل اللہ اس بلا میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس سے انکو درجات میں ارتفاع اور بلندی اور منازل عالیات تک بلوغ اور رسائی نصیب ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ ان پر درد و حزن طاری کر کے اپنا زیادہ سے زیادہ قرب عطا فرماتے ہیں۔ اور جب انکی مظلومانہ گریہ و زاری اور جزع و بیتابی، اضطرار و اضطراب بارگاہ ذوالجلال میں فقیرانہ تذلل و تمسکن مضطربانہ تضرع و ابتہال حد کمال کو پہنچ جاتا ہے تو مقام عبدیت کی تکمیل ہو جاتی ہے اور جب انکو سوائے خدا کسی سے کوئی امید باقی نہیں رہ جاتی، جب سب طرف سے مایوس ہو کر اور سب تدبیروں کو بیکار سمجھکر صرف حق تعالیٰ شانہٗ ہی کی مدد پر بھروسہ رہجاتا ہے تو مقام صبر و رضا اور تسلیم و رضا کی تکمیل ہو جاتی ہے اور یہ مقام اعلیٰ مقامات المقربین ہے

اللہ کا ولی ایک غم میں مبتلا ہوتا ہے گو اسکو فطرۃً و طبعاً ناگوار ہو

مگر ہزار غموں سے نجات پاتا ہے۔ آیات برأت کی پہلی ہی آیت میں اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے

لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ "تم اسکو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اللہ رب العزت کا یہ قانون اہل اللہ کے متعلق ہمیشہ سے جاری ہے۔ ارشاد ہے۔ البلاء کنز من کنوز الجنۃ لا یعطی الا اولیاءہ "بلا جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے یہ خزانہ سوائے اللہ کے اولیاء کے اور کسی کو نہیں دیا جاتا

جنکا نفس پاک اور طیب ہوتا ہے۔ جنکے قلوب مزکّی اور مصفّٰی ہوتے ہیں۔ دیکھا جاتا ہے کہ بلائیں کثرت سے انہیں پر نازل ہوتی ہیں۔

البلاء للولاء " بلا دوستوں کے لئے ہوتی ہے

مولانا فرماتے ہیں

درد آمد بہتر از ملک جہاں ۔ تا بخوانی مر خدا را در نہاں

درد مصیبت دولت و حکومت دنیا سے بہتر ہے تاکہ باطن اور دل سے تو اللہ کو پکارے

زانکہ درد و رنج و باراندہاں ۔ شد نصیب دوستانش در جہاں

اسلئے کہ درد اور رنج اور اندوہ دنیا میں اللہ کے دوستوں ہی کے نصیب میں آتا ہے

خواندن بے درد از افسردگی است ۔ خواندن با درد از دل بردگی است

بغیر درد کے پکارنا اور دعا کرنا بجھے ہوئے دل سے ہوتا ہے اور درد سے پکارنا دعا کرنا عشق و محبت کا نتیجہ ہوتا ہے اور دل سے ہوتا ہے"

اعرف العارفین اعلم العالمین راز دان حقیقت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اذا احب اللہ عبدا ابتلاہ فان صبر اجتباہ وان رضی اصطفاہ

جب حق تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو اسکو درد و غم اور رنج و مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں تو اگر اس نے صبر جمیل اختیار کیا تو اسکو اپنا پسندیدہ بنا لیتے ہیں اور راضی رہتا ہے تو برگزیدہ بنا لیتے ہیں۔

الغرض منازل عالیہ تک رسائی اور بام رفعت تک درجات کی بلندی کے لئے درد و غم پھر اس پر صبر جمیل رحمت حق کی رجا اور تسلیم و رضا لازمی و لابدی ہے اور درد و غم رحمت الٰہی کو متوجہ کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ اور سبب ہے اور جس طرح ماں اپنے بچے کو دودھ پلانیکا بہانہ ڈھونڈھتی ہے رحمت حق اپنے بندوں پر مہربانی کرنے کیلئے بہانہ ڈھونڈھتی ہے۔ رحمت حق بہانہ می جوید

جسطرح شیر مرد شکاری شکار کی جستجو کرتا ہے اسی طرح رحمت الٰہی قابل رحم کی تلاش میں رہتی ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مہربانی شد شکار شیر مرد ۔ در جہاں دارو نہ جوید غیر درد

مہربانی مثل شیر مرد کے شکار کے ہے مگر قدرت کا قانون یہ ہے کہ جب درد ہوتا ہے تب ہی دوا کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہر کجا دردے دوا آنجا رود ۔ ہر کجا فقرے نوا آنجا رود

جہاں درد ہوتا ہے دوا وہیں پہونچتی ہے جہاں فقر و افلاس ہوتا ہے سخاوت وہیں کی جاتی ہے

ہر کجا پستی است آب آنجا رود　　ہر کجا مشکل جواب آنجا رود

جہاں نشیب ہوتا ہے پستی ہوتی ہے پانی وہیں پہونچتا ہے جہاں مشکل ہو جواب کی وہیں ضرورت ہے

اللہ کی رحمت اور فضل کو متوجہ اور حاصل کرنا ہو تو درد پیدا کرو، رحمت حق خود متوجہ ہو جائیگی۔ پانی حاصل کرنا ہو تو پانی مت تلاش کرو۔ پیاس پیدا کرو۔ فرماتے ہیں

آب کم جو تشنگی آور بدست　　تا بجوشد آبت از بالا و پست

پانی کی تلاش مت کر پیاس پیدا کر تاکہ اوپر اور نیچے سے پانی جوش مارتا ہوا آئے

تا سقاہم ربہم آید خطاب　　تشنہ باش واللہ اعلم بالصواب

تاکہ جنتیوں کو جو خطاب کیا جائیگا۔ کہ ان کو سیراب کیا انکے رب نے۔ یہی خطاب تم سے کیا جائے۔ لہٰذا بس تم پیاسے بن جاؤ یعنی طالب بن جاؤ۔ اللہ تعالے خود سب بہتر طریقے جانتے ہیں پانی کا انتظام خود کر دینگے

آب رحمت بایدت رو پست شو　　وانگہاں خور خمر رحمت مست شو

تجھکو آب رحمت چاہیئے تو جا پست بن۔ حق کے سامنے تواضع اختیار کر تب شراب رحمت پی کر مست ہو جا

رحمت اندر رحمت آید تا بسر　　بر یکے رحمت فرو ما اے پسر

پھر سر سے پیر تک رحمت ہی رحمت ہو گی۔ اے صاحبزادے ایک ہی رحمت پر اکتفا مت کر

چرخ را در زیر پا آر اے شجاع　　بشنو از فوق فلک بانگ سماع

اے بہادر ایسا مجاہدہ کر، ایسا درد پیدا کر کہ آسمان تیرے قدموں کے نیچے آجائے آسمان تیری قدمبوسی کرنے لگے تو پھر آسمان کے اوپر سے اسرار حق کی آواز سن لیگا یعنی منجانب اللہ وحی نازل ہو گی

پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش　　تا بگوشت آید از گردوں خروش

کان سے وسواس اور شبہات کی روئی نکال دے تو تیرے کان میں آسمان کا شور سنائی دے گا۔ یعنی وحی الٰہی کا نزول ہو گا

پاک کن دو چشم را از موئے عیب　　تا ببینی باغ و سروستانِ غیب

چشم بصیرت کو عیب کے بڑیال سے پاک و صاف کر لے تاکہ غیب کے سروستان اور باغ کی سیر نصیب ہو

دفع کن از مغز و زبینی زکام　　تا کہ ریح اللہ آید در مشام

مغز اور ناک سے زکام رفع کر تو دماغ میں ریح اللہ یعنی خداوندی خوشبو آنے لگیگی

زاری و گریہ قوی سرمایہ ایست　　رحمت کلی قوی تر دایہ ایست

گریہ و زاری رونا دھونا بہت بڑا سرمایہ بہت بڑی دولت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ اس سے بھی بڑی دایہ ہے۔ دودھ پلانیوالی ہے

دایہ و مادر بہانہ جو بود　　تا کہ کے آں طفل او گریاں شود

دودھ پلانیوالی دایہ اور ماں دودھ پلانیکا بہانہ ڈھونڈھتی ہے کہ کب اسکا بچہ روئے اور دودھ پلانا شروع کر دے

طفل حاجات شمارا آفرید　　تا بنالید و شود شیرش پدید

حق تعالیٰ نے تمہاری ضرورتوں کا بچہ پیدا کر دیا ہے تاکہ یہ بچہ روئے یعنی اپنی ضرورتوں

اور حاجتوں سے مجبور ہوکر تم روؤ اور اسکا دودھ ظاہر ہو اور جوش مارے۔

گفت "ادعوا اللہ" بیزاری مباش تا بجوشد شیرہائے مہرہاش

اس نے فرمایا ہے "ادعوا ربکم تضرعا وخفیة" یعنی اپنے رب سے دعا کرو انتہائی عاجزی وزاری کے ساتھ۔ بے تضرع کے نہیں۔ تو اسکی مہربانیوں کا دودھ جوش مارنے لگے گا۔

ہائے دہوے باد شیر افشان ابر درغم ما اندیک ساعت توصبر

ابر سے دودھ برسانیوالی ہواؤں کے زناٹے خود ہماری فکر میں ہیں، بس ایک گھڑی صبر کی ضرورت ہے

رحیم وکریم پروردگار تو خود دینا چاہتا ہے اور اپنے بندوں کو اپنی نعمت کی جھلک دکھلا دیتا ہے تاکہ بندے ان نعمتوں کی خواہش میں گریہ وزاری کریں اور اللہ کی رحمت جوش میں آئے۔ اور دینے کا بہانہ ہاتھ آئے۔ جان، مال، عزت وآبرو یہ سب اللہ تعالیٰ کی خاص نعمتیں ہیں۔ جنمیں آبرو سب سے بڑی نعمت ہے دیکھا جاتا ہے کہ آدمی عزت وآبرو کیلئے جان ومال سبھی کچھ قربان کردیتا ہے رازدان فطرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ۔ اے کعبہ! تیری عظمت وحرمت بہت بلند وبالا ہے لیکن اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، مومن کی حرمت وآبرو اللہ کے نزدیک تجھ سے کہیں زیادہ ہے اسی لئے آبرو پر حرف آنے پر جتنا رنج وغم انسان کو ہوتا ہے اتنا کسی نعمت کے چھن جانیکا نہیں ہوتا۔ مگر وہ فرماتا ہے کہ جب ہم کچھ دینا چاہتے ہیں عزت وآبرو کو بلند کرنا چاہتے ہیں اور اس نعمت میں اور ترقی دینا چاہتے ہیں

تو رونیکا سبب پیدا کر دیتے ہیں اور رلاکر آبرو بڑھا دیتے ہیں۔ اللہ کے اس فرمان کو مولانا رومؒ اپنی زبان میں فرماتے ہیں

من کریم ناں نمایم بندہ را تا بگریاند طمع آں زندہ را

میں کریم اور سخی ہوں۔ بندہ کو روٹی (نعمت) دکھلاتا ہوں تاکہ اس نعمت کا لالچ بندہ کو رلا دے

بینیٔ طفلے بمالد مادرے تا شود بیدار واجوید خورے

میں رلاتا ہوں تو اپنے بندے پر ظلم نہیں کرتا۔ میں اپنے بندوں پر انکے ماں باپ سے زیادہ مہربان ہوں۔ دیکھو! ماں اپنے بچے پر تو یقیناً مہربان ہوتی ہے مگر بچہ جب بے خبر سوتا ہے اور ماں اسکو دودھ پلانا چاہتی ہے تو اپنے سوتے ہوئے بچے کی ناک دباتی اور ملتی ہے تاکہ وہ جاگ جائے اور اپنی خوراک اور غذا تلاش کرے

کو گرسنہ خفتہ باشد بے خبر واں دو پستاں می چکد از مہر ور

کیونکہ وہ بچہ بے خبر سویا ہوا ہوتا ہے اور ماں کے دونوں پستان مارے محبت کے دودھ ٹپکاتے رہتے ہیں ادھر بچہ رویا ادھر ماں کی چھاتی نے جوش مارنا شروع کیا۔

حدیث قدسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا

پھر اس مخلوق میں اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت پیدا کی جسکو اپنی ذات وصفات

کی کامل معرفت عطا فرمائی ۔ چنانچہ مولانا فرماتے ہیں

کنت کنزا رحمۃ مخفیۃ   فابعثت امۃ مھدیۃ

میں رحمت کا ایک چھپا ہوا خزانہ تھا تو اس خزانہ کے حاصل کرنیکے لئے میں نے ایک ہدایت یافتہ امت پیدا کی

چوں بگریانم بجوشد رحمتم   آں خروشندہ بنوشد نعمتم

جب میں رلاتا ہوں تو میری رحمت جوش مارتی ہے وہ رونے والا اسکو لیتا ہے کہ میں رنعمت ہوں ۔ یعنی نعمت خداوندی خود پکارتی ہے کہ میں موجود ہوں

گر نخواہم داد خود ننمائمش   چوں نش کردم بستہ دل بکشائمش

اگر میں دینا نہ چاہوں تو اسکو نہ دکھاؤں ۔ جب میں بندہ کا دل تنگ اور رنجیدہ کرتا ہوں تو خود ہی اسکے دل کو کشادہ کرتا ہوں

رحمتم موقوف آں خوش گریہ ہاست   بعد ازاں از بحر رحمت موج خاست

میری رحمت خوب رونے پر موقوف ہے رونے پر دریائے رحمت لہریں مارنے لگتا ہے

تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن   تا نہ گرید ابر کے خندد چمن

جبتک بچہ روتا نہیں ہے ماں کا دودھ جوش نہیں مارتا اور جبتک ابر نہیں روتا چمن نہیں کھلتا اور ہنستا "

واقعہ افک عائشہ کو پھر سے پڑھو اور غور کرو ۔ دیکھو حضرت صدیقہ اس امتحان میں کس خوش اسلوبی اور خوبصورتی سے بدرجۂ اتم پوری اتری ہیں ۔ پھر تم نے اس کا نتیجہ بھی دیکھا کہ ام المومنین کے قلب مبارک کا جذبہ عبودیت سے مملو اور لبریز ہو کر کلیجہ پھاڑ کر بہ صمیم قلب رونا

تھا اور وادی تسلیم و رضا کو پار کر کے ابو یوسف (یعقوب علیہ السلام) کے قرآنی الفاظ میں " فصبرٌ جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون " کا نعرہ لگانا تھا کہ دریائے رحمت الٰہی نے جوش آکر موجیں مارنے لگا اور سات آسمان کے اوپر سے انکی طہارت و پاکیزگی، برات و پاکدامنی کی بشارت آگئی ۔ خود علام الغیوب تعالیٰ شانہ وتقدس نے ان کی عصمت کی گواہی دیدی اور اپنے معصوم رسول کی باعصمت بیوی کے رتبہ کو اتنا بلند کر دیا اور اتنا بلند کر دیا کہ انسانی عقل و وہم کی پرواز ختم ہو جاتی ہے اور وہاں تک رسائی ممکن نہیں رہ جاتی ۔ اور اب آں طاہرہ مطہرہ کی پاکدامنی میں شک کرنیوالا کافر اور خارج از اسلام قرار پا گیا ۔ واہ وا ! سبحان اللہ ۔ تہمت ایکبار واقع ہوئی اور چند دنوں رہی، مگر براءت وطہارت ہمیشہ کیلئے ثابت ہو گئی اور تا قیام قیامت جبتک قرآن منبر و محراب میں پڑھا جاتا رہے گا انکی برات و پاکدامنی کا پوری دنیا میں اعلان ہوتا رہیگا اور دنیا انکی عفت و عصمت پاکدامنی وطہارت کے آگے جبین عقیدت خم کرتی رہے گی اور انکی عظمت وتقدس کا کلمہ پڑھتی رہے گی

ام المومنین کا

مقام و مرتبہ

نزول براءت کے بعد والدین کے مشورہ دینے پر کہ اٹھو اور حضور کا شکریہ ادا کرو، اس پر حضرت صدیقہ کا مقام ناز و ادلال، سکر اور بیخودی میں یہ فرمانا کہ، "لا احمدہ" میں ان کا شکریہ نہ ادا کرونگی لیکن اللہ کا شکر ادا کرونگی۔ جس نے مجھ کو بری کر دیا۔ یہ بظاہر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب اقدس میں ایک جسارت ہے لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ رہے تھے کہ بہ فیض صحبت آنحضور حضرت صدیقہ کی قدر و منزلت عند اللہ بہت زیادہ ہے اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کچھ فرمایا اور نہ اثر لیا نیز اس سے اس کا بھی انکشاف ہوا کہ بیوی کو شوہر کی نسبت جو مقام حاصل ہے اور معاملات میں جو لو تسع میسر ہے اسمیں کوئی دوسرا اسکی ہمسری نہیں کر سکتا یہ بھی سوچنا چاہئے کہ یہ کسی امتی محض کا اپنے پیغمبر کے ساتھ خطاب نہیں ہے اسکو نہ بھولنا چاہئے کہ ایک بیوی اپنے شوہر سے باتیں کر رہی ہے۔ دریائے محبت کی بہت سی لہریں عورت کے خالص نسوانی خصوصیات کے اندر پنہاں ہیں۔ ناز و انداز عورت کی فطرت ہے ان واقعات اور

باتوں کو اسی نظر سے پڑھنا اور سمجھنا چاہئے

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت صدیقہ کا یہ صدمہ صدمۂ جانکاہ تھا۔ یہ صدمہ اس صدمہ کا نمونہ تھا جو حضرت مریم صدیقہ کو پہنچا تھا جس وقت کہ درد زہ کی تکلیف سے ایک کھجور کی جڑ کا سہارا لینے کیلئے اس کے قریب جا پہونچیں۔ اسوقت درد کی تکلیف، تنہائی و بیکسی، سامان ضرورت و راحت کا فقدان یہ پریشانیاں تو تھیں ہی، سب سے بڑھکر ایک مشہور و پاکباز عفیفہ کو دینی حیثیت سے بدنامی اور رسوائی نے سخت بے چین کر دیا تھا۔ حتی کہ اسی کرب و بے چینی کے غلبہ میں کہہ اٹھیں یَا لَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا "اے کاش میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی اور بھولی بسری ہو گئی ہوتی۔ اور دنیا میں میرا نام و نشان نہ ہوتا۔

شدت کرب و اضطراب میں گذشتہ بشارات بھی جو فرشتہ سے سنی تھی یاد نہ آئیں

چنانچہ پریشانیوں کے اس طوفان میں جب حضرت صدیقہ عائشہ کی کمال براءت و طہارت اور عند اللہ قرب و منزلت اور شرافت و فضیلت کی شہادت و بشارت میں وحی آسمانی کا نزول ہوا تو گو جانتی تھیں کہ یہ انعام یزدانی اور وحی ربانی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زوجیت و معیت کے صدقے اور طفیل میں ہے اور واسطہ اور وسیلہ کا شکر بھی واجب ہے لیکن اسوقت حضرت صدیقہ پر ایسی سکر اور بیخودی کی کیفیت طاری ہوئی کہ ماسوا اللہ سے نظر اٹھ گئی اور اسی حالت سکر میں شکر نبوی سے انکار

ناز محبوبی کے مقام کا تقاضا تھا۔ اور ناز کی حقیقت یہ ہے کہ دل جس چیز سے لبریز ہو زبان سے اسکے خلاف اظہار ہو ظاہر میں ترشروئی اور لاپروائی ہو اور دل عشق اور محبت سے لبریز ہو۔ ظاہر میں ایک ناز تھا لیکن صد نیاز اسمیں مستور تھے

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مدارج النبوۃ میں جو فرمایا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ یہی سکر اور وجد کی ایک کیفیت تھی کہ خداوند ذوالجلال کے اس بیمثال انعام واکرام کو ملاحظہ کر نیسے ایسا سرور طاری ہوا کہ اس نے ام المومنین کو مخمور و بے خود کر دیا۔ جسکی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شکریہ سے بھی انکار کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اسلئے انکار نہیں فرمایا کہ صاحب حال معذور ہوتا ہے اور یہ کلمات اسی حال میں صادر ہوئے۔

شکر کے باب میں علما و صوفیائے محققین نے تین مراتب بیان فرمائے ہیں ایک تو وہ بندہ ہے جو کہ منعم حقیقی سے بالکل غافل ہو کر اپنی غفلت میں مستغرق ہے۔ فاقد البصیرت اور ادراک کا اندھا ہے۔ انعام و احسان کو صرف مخلوق کی طرف سے سمجھتا ہے اس کا ادراک صرف مخلوقات ظاہرہ کے اندر محدود ہے۔ مخلوقات سے ایک قدم بھی باہر نہیں۔ اس کا اعتقاد بھی یہی ہے کہ منعم اور محسن اور معطی واقع میں صرف مخلوق ہی ہے تو یہ شخص کافر اور دہریہ اور خدا کا منکر ہے

دوسرا بندہ وہ ہے کہ اسکی نظر بصیرت اس عالم ظاہری سے علیحدہ اور

بلند ہو کر حقیقت میں ہو گئی ہے۔ بادشاہ عالم جل جلالہ و تعالیٰ شانہ کا مشاہدہ کر کے مخلوق سے بے خبر ہو گیا ہے۔ بادۂ وحدت سے سرشار ہو کر مخلوق سے بالکل غیر ملتفت، مسبب الاسباب پر نظر کر کے اسباب و وسائط سے لاعلم ہو گیا ہے اس کا رخ بارگاہِ حق کیطرف ہے اور اس بارگاہ عالی کی روشنی اس پر غالب ہے لہٰذا احسان، انعام، اور اعطا، کو صرف منجانب حق سمجھتا ہے اور بہ صمیم قلب اس کا شکر گذار ہوتا ہے۔ تو بندہ مقام کاملیت پر فائز ہو کر کامل ہوتا اور کہلاتا ہے۔

ام المومنین جناب صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر اسوقت یہی کیفیت غالب تھی وہ بارگاہ حق کے انوار و تجلیات کے دریا میں غرق تھیں مخلوقات و مصنوعات کے دیکھنے سے انکی آنکھیں بند تھیں بادۂ وحدت کی متوالی تھیں۔ وحدت کے سوا کوئی چیز انکے سامنے نہ تھی۔ انکی بیہوشی و بیخودی انکی ہوشیاری پر، مقام جمع مقام فرق پر، مقام فنا مقام بقا پر، اور ان کی غیبت انکے حضور پر غالب ہو کر نظر اسباب و وسائط سے بالکل اٹھ گئی تھی۔ لہٰذا سوائے منعم حقیقی مولا تعالےٰ کے کسی اور کے شکر کیلئے زبان نہ کھلی۔

تیسرا وہ بندہ ہے جو کامل سے بھی بڑھکر اکمل ہے جو توحید کی شراب پیکر اپنے اور ماسوا سے فانی ہونیکے بعد مقام بقا میں پہونچ گیا ہے۔ باوجود بیہوشی کے ہوشیاری میں بڑھا ہوا ہے تقاضائے مقام بقا آثار و مخلوقات کیطرف جمال حق کا آئینہ ہونیکے اعتبار سے التفات رہتا ہے اور اس کا علم

پر پہونچکر بندہ حق اور خلق دونوں کا حق ادا کرتا ہے۔ غیر اللہ سے غائب ہونے کے باوجود مخلوق کے احوال کو دیکھتا ہے۔ مخلوق کو جمالِ حق کا آئینہ جانتا اور سمجھتا ہے۔ رویتِ حق اسکو رویتِ خلق سے نہیں روکتی۔ فنا اس کی بقا سے مانع نہیں۔ اور بقا اسکی فنا سے حاجب نہیں۔ باہمہ اور بے ہمہ اسکی شان ہے، دل بیار و دست بکار اس کا حال ہے۔ خلوت در انجمن کا وہ مصداق ہے۔ بقول خواجہ علی رامیتنی رح

از بروں شو آشنا و زبروں بے گانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

حق کا جیسا شکر واجب ہے وہ بھی ادا کرتا ہے اور خلق کا جیسا شکر واجب ہے وہ بھی ادا کرتا ہے۔ نہ خلق سے لگ کے حق سے غافل، نہ حق میں مشغول ہو کر خلق سے بے خبر ہوتا ہے۔ ایسا شخص شکر کا کامل درجہ اور ہر پہلو کا ادا کرنیوالا ہے ہر حصہ والے کو اسکا حصہ اور ہر ذی حق کو اسکا پورا پورا حق دیتا ہے۔ یہ شان تھی حضرت صدیق اکبر کی۔ لہٰذا آپ درجۂ اکملیت پر فائز ہو کر مقام اکمل پہنچ گئے تھے۔

اس قصہ سے مقام فنا اور مقام بقا نیز کاملیت اور اکملیت کا پتہ چلتا ہے۔ کہ برات کی بشارت سننے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی لختِ جگر ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مقام اکمل یعنی مقام بقا کیطرف رہنمائی فرمائی تھی۔ مقصود یہ تھا کہ حق تعالیٰ کا شکر تو حقیقۃً واصالۃً واجب ہے ہی۔ کیونکہ اصل نعمت تو اسی کیطرف سے تمکو ملی ہے باقی جس ذات

منبع البرکات کے واسطہ سے ملی ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات ہے۔ انکا بھی شکر ادا کرو۔ حق تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں

واشکر لی ولوالدیک "میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

"من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" "جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکر نہیں ادا کیا

دل کی آنکھ تو یہی دیکھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انعام و احسان میں یکتا وحدہٗ لاشریک ہے لیکن شریعت مقدسہ مخلوق کے شکر کو بھی بوجہ واسطہ ہونیکے واجب اور ضروری ہونیکا حکم کرتی ہے

حضرت صدیقہ اس وقت اپنی موجودہ حالت میں آثار و مخلوقات کے دیکھنے سے غائب تھیں مخلوق انکی نظر میں نہ تھی۔ اسلئے انھوں نے سوائے واحد قہار لاشریک لہٗ کے کسی دوسرے کا مشاہدہ نہ فرمایا اور بے تکلف فرمایا "کہ سوائے اللہ کے کسی کا شکر ادا نہ کرونگی

اکمل العارفین حضرت ابن عطا اسکندری قدس سرہٗ اپنی کتاب "الحکم" میں فرماتے ہیں کہ یہ حالت حضرت صدیقہ کی اسوقت تھی ورنہ اور اوقات میں وہ مقام اکمل کے رتبۂ علیا سے مشرف تھیں اور فنا اور بقا، دونوں کی جامع تھیں" انتہیٰ"

اور فقیر کا خیال یہ ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا اسوقت بھی مقام فنا و بقا، جمع و فرق اور حضور و غیبت کی حامل و جامع ہو کر مقام اکملیت کے درجۂ علیا اور مرتبہ عظمیٰ سے مشرف تھیں۔ کیوں نہو کہ آپ اعلم الصحابہ تھیں

اور خوب اچھی طرح جانتی تھیں کہ بارگاہ رب العالمین کی جانب سے جو آپکی برأت کیگئی وہ جس ذات منبع البرکات کے طفیل و واسطہ سے حاصل ہوئی اور یہ بیش بہا نعمت و دولت جس مبارک ہستی کے بدولت حاصل ہوئی وہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات والاصفات تھی جیسا کہ خود فرماتی ہیں

خدا کی قسم! مجھے یقین تھا کہ میں چونکہ پاک اور بری
ہوں اس لئے اللہ تعالیٰ ضرور میری برأت اپنے
رسول پر ظاہر کر دے گا۔"

حضرت صدیقہ کو یقین تھا کہ اگر میرا تعلق اللہ کے رسول سے نہ ہوتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی درمیان میں نہ ہوتی تو برأت کا وہ ذریعہ ہاتھ نہ آتا کہ جس کیوجہ سے زبانوں پر قفل اور دلوں پر مہر لگ گئی، یعنی وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل نہوتی۔ پھر تو یقینی اور قطعی برات کی کوئی صورت نہ تھی۔ تو جب آپکو یقین تھا کہ برأت اللہ کے رسول کے ذریعہ ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے ذہول کیونکر ہو سکتا تھا۔ لہٰذا آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرور ممنون تھیں اور آپکا رُواں رُواں حضور کا شکر گذار ہوا، رہا یہ کہ زبان سے جب تصریح فرما دی کہ "لا احمدہ" کہ میں انکا شکر نہ ادا کرونگی، اللہ کا شکر ادا کرونگی! تو پھر اس کا احتمال کہاں ہے، تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ موقع نہایت خوشی اور انتہائی غصے کا تھا۔ لہٰذا اگر زبان سے بظاہر انکار فرمائیں اور دل میں اعتراف کامل ہو تو کچھ زیادہ بعید نہیں۔ جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا۔ اور بخاری شریف کی ایک حدیث سے اسکی تائید بھی ہوتی ہے۔ جو خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے آئی ہے، فرماتی ہیں، کہ

قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاعلم اذا کنت عنی راضیۃ واذا کنت علی غضبیٰ قالت فقلت من این تعرف ذلک فقال اما اذا کنت راضیۃ فانک تقولین لا ورب محمد واذا کنت غضبیٰ قلت لا ورب ابراھیم قالت قلت اجل واللہ یا رسول اللہ ما اھجر الا اسمک

مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عائشہ جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو اور جب مجھ پر غصہ ہوتی ہو تو میں ضرور جان لیتا ہوں فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ کیسے جان لیتے ہیں۔ فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی و خوش رہتی ہو تو کہتی ہو، لا ورب محمد، یعنی محمد کے رب کی قسم اور جب مجھ پر غصہ اور ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو، لا ورب ابراہیم، یعنی ابراہیم کے رب کی قسم۔ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا۔ ہاں اللہ کی قسم یا رسول اللہ! سچ ہے لیکن صرف زبان سے آپکا نام چھوڑ دیتی ہوں مگر دل میں تو آپ ہی رہتے ہیں۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ ام المومنین گویا یہ کہہ رہی ہیں کہ صرف زبان سے آپکا نام بے اختیاری طور پر چھوٹ جاتا ہے ورنہ سویدائے قلب میں تو آپ ہی رہتے ہیں وہ غصہ تو بڑے بڑے عاقل کے اختیار کو سلب کر لیتا ہے آپکی محبت سے مجھ کو ہٹا نہیں سکتا۔ کیونکہ آپ کی محبت میں میرا ظاہر اور میرا باطن مستغرق ہے۔ اور آپ کی محبت میری روح میں سرایت اور حلول کئے ہوئے ہے، اور فرماتے ہیں کہ، اترک، نہیں کہا، اھجر، کہا۔ ترک اختیاری ہے، اور ہجر، ترک غیر اختیاری ہے۔ مطلب یہ کہ میں اپنے اختیار سے جان بوجھکر آپکا نام نہیں چھوڑتی بلکہ غیر اختیاری طور پر آپکے اسم شریف سے ہجران

ہوجاتا ہے جس سے مجھکو تکلیف ہوتی ہے"

پس گو اس موافقہ پر بظاہر زبان سے آپنے انکار فرمایا مگر دل میں یقیناً آپکی ممنون و مشکور تھیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ رسول اور خلیفہ رسول علیہم السلام نے آپکے اس بظاہر انکار پر کچھ نہیں فرمایا اور خوش رہے۔ واللہ اعلم

حضرت عائشہ امت کیلئے رحمت تھیں

حضرت صدیقہ کی برات حق تعالیٰ صرف بذریعہ وحی ظاہر فرما دیتے تو انکی برات کیلئے نص قطعی ہوتی۔ اور کافی سے زیادہ ہوتا برات یقینی ہوتی۔ کوئی شک ہی نہ رہجاتا۔ مگر حق تعالیٰ نے اس پر اکتفا نہ فرمائی، بلکہ برات کی صراحت کیساتھ چار گواہوں کا قانون بھی مقرر فرمایا۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ وحی کو منقطع ہونا تھا۔ ایسی صورت میں امت محمدیہ کی برات مشکل ہوجاتی۔ اور اب قیامت تک کیلئے یہ قانون معلوم ہوگیا کہ چار معتبر گواہوں کے نہ ہونیکی صورت میں برات کا حکم دیدیا جائیگا۔ اور قاذف یعنی تہمت لگانیوالا، کاذب، فاسق، اور مردود الشہادت اور مستوجب سزا ہوگا گویا حضرت صدیقہ کا واقعۂ افک انکی روحانی اولادوں کیلئے رحمت ہوگیا

"خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد"
ان مراحل سے گذرتے ہیں گذرنیوالے
زندہ کرجاتے ہیں دنیا کو یہ مرنیوالے

چار گواہوں کی حکمت۔

حضرت صدیقہ کی برات کیلئے چار گواہوں کے قانون کو امت محمدیہ کے اسوہ بنانیکے بعد حق تعالیٰ نے صراحتہً (بالکل برات) بذریعہ وحی اسلئے فرمائی کہ وہ اسکے پیارے نبی کی حرم محترم کا معاملہ تھا حرم محترم کے ساتھ ساتھ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند پوزیشن پر بھی اثر پڑتا تھا۔ اس نے چاہا کہ اپنے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول کے طاہر و مطہر حرم کا مرتبہ دنیا کے سامنے ظاہر کر دے اسلئے آپکی زوجہ کی برات آپکی زبانی نہیں کرائی بلکہ خود خداوند قدوس انکی برات کا کفیل اور ذمہ دار ہوا اور اپنے کلام معجز نظام میں انکی برات نازل فرمائی جسکی تلاوت تا قیامت، محفلوں، مسجدوں، منبروں اور محرابوں میں خطبوں اور نمازوں میں ہوتی رہے گی۔ خداوند قدوس کی غیرت کو گوارہ نہیں ہوا کہ اسکے رسول اطہر کی ازواج طیبات کی شان میں رسول کی حیات میں اور بعد وفات بھی کوئی

منافق کوئی بد باطن کسی قسم کا کوئی ناپاک کلمہ زبان سے نکالے۔ اسلئے
اس بارے میں آیات قرآنی نازل فرما کر عائشہ صدیقہ اور ازواج مطہرات
کی عصمت وعفت، طہارت ونزاہت پر قیامت تک کیلئے مہر لگادی اور
ازواج مطہرات کی عصمت ونزاہت میں شک کرنیوالوں پر اس درجہ زجر
وتوبیخ فرمائی کہ جو بت پرستوں پر بھی نہیں فرمائی۔ غرضکہ ایسا منجانب اللہ
انتظام کردیا گیا کہ شک وشبہ کی گنجائش نہ رہ جائے

پوری زندگی بحالت بیوگی گذارنیوالی خاتون شک وشبہ سے بالاتر
ہوگئی۔ اور ان پر نیز دیگر ازواج مطہرات پر بدظنی اور شک کرنیوالا کافر اور
خارج از اسلام قرار پا گیا۔

ام المومنین کا ابتلا باعث برکات ہے

یہ سب قصے اور تمام خیرات وبرکات کا حصول حضرت عائشہ صدیقہ کے
ہار ٹوٹ جانیکی وجہ سے پیش آئے کہ امت کو شرائع اور احکام الٰہیہ کا علم عظیم
اور معاشرت کی اعلیٰ تعلیم کا حصول ہوا۔ درامت فساد انگیز، انتشار پیدا
کرنیوالی معاشرت کو گندہ کرنیوالی، اصلاح ذات البین کو فنا ذوات البین

میں بدل دینے والی بڑی بڑی بداخلاقیوں سے نجات پاگئی
حق سبحانہ وتعالیٰ نے چاہا کہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ
والسلام کا درخت سے تناول فرمانا انکے زمین پر جانیکا سبب ہوا اور
ان کا زمین پر آنا ظہور خلافت کا باعث ہو، جس سے آدم علیہ السلام پر
منت رکھی ہے۔ اسی واسطے حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ نے فرمایا
وہ معصیت کیسی مبارک ہے جس نے خلافت کو ظاہر کیا اور پچھلے
لوگوں کیلئے قیامت تک کیلئے قانون توبہ مقرر کیا۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار ٹوٹ کر گرجانا سبب
ہوا۔ قافلہ سے رہ جانیکا۔ اور وہ سبب ہوا افک کا، اور افک باعث ہوا
درد وغم، رنج والم اور مجاہدہ ومشقت کا جو باعث ہوا رحمت الٰہی اور وحی
کے نزول، اور معلوم نہیں کتنے لازم اور متعدی منافع وبرکات کا، پس یہ کیسی
مبارک غلطی تھی جو انکے لئے نیز امت محمدیہ کیلئے تاقیامت موجب برکت اور
تکمیل اسلام اور تہذیب ملت ومذہب کا سبب بنی!

جیسا کہ ہار ہی گم ہونے پر ایک سفر میں آیت تیمم نازل ہوئی۔ جسکا قصہ
بخاری ومسلم میں مذکور ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں
کہ ہم بعض سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ہم لوگ جب
مقام بیداء یا ذات الجیش میں تھے تو میرا ہار گم ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اسکی تلاش میں ٹھہر گئے اور آپکے ساتھ سب کو ٹھہرنا پڑا۔ اس جگہ پانی نہ
تھا۔ نہ ہی لوگوں کے ساتھ پانی تھا۔ اسلئے سب لوگ پریشان ہوگئے۔ رات بھر

ہار تلاش کیا گیا، نہ ملا۔ کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے شکایت کی
کہ آپ دیکھتے ہیں کہ عائشہ نے کیا کیا۔ حضور اور ساری جماعت کو ایسی جگہ
روک دیا جہاں پانی نہیں ہے۔ فرماتی ہیں کہ والد محترم میرے پاس آئے
اسوقت سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم میرے زانو پر سر مبارک رکھکر
سو گئے تھے، والد محترم آکر بہت غصہ ہوئے اور ہاتھ سے مجھکو کچُا (ٹھونگا)
لگا لگا کر مارنے لگے۔ فرماتے لگے کہ تو حضور اور دوسرے لوگوں کیلئے
بلا اور مصیبت کا ذریعہ بنگئی ہے۔ ایسی جگہ لوگوں کو روک دیا ہے جہاں
پانی نہیں ہے اور جو کچھ کہنا تھا کہا، اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے خیال اور ادب سے حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی۔ الغرض بغیر پانی کے صبح
ہوگئی۔ صبح کیوقت آیت تیمم نازل ہوئی اور لوگوں نے تیمم کرکے نماز فجر
ادا کی۔ حضرات صحابہ بہت خوش ہوئے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ
فرط مسرت سے جوش میں آکر پکار اٹھے

جزاکِ اللّٰہ خیرا فواللّٰہ ما نزل   اے عائشہ! اللہ تعالیٰ تمکو جزائے خیر
بکِ امرٌ قط الا جعل اللّٰہ لکِ   عطا فرمائے۔ اللہ کی قسم کبھی ایسا نہیں
مخرجًا وجعل للمسلمین برکۃ   ہوا کہ تمہاری وجہ سے کوئی قصہ اور پریشانی
ہوئی ہو اور اللہ تعالےٰ نے اسمیں تمہارے لئے کوئی سبیل نہ نکالی ہو اور اسکو مسلمانوں
کیلئے برکت نہ بنایا ہو۔ پھر فرمایا کہ

ما ھی باول برکتکم یا آل ابی بکر   یعنی اے آل ابوبکر (تیمم کا حکم) تمہاری
پہلی ہی برکت نہیں ہے (بلکہ تمہاری برکت سے اور بھی آسانیاں ہو چکی ہیں) دوسری برکتوں

سے مراد واقعہ افک نیز دیگر واقعات ہیں
اسید بن حضیر اور دوسرے صحابہ ہار تلاش کرنے گئے مگر نہ ملا،
جب یہ لوٹ کر آئے اور حضرت عائشہ کا اونٹ اٹھا تو اسکے نیچے ہار ملگیا
بہر حال اس مرتبہ تیمم کا حکم نازل ہوا جس سے مسلمانوں کو قیامت تک کے
لئے راحت اور آسانی مل گئی۔
واقعہ افک کے موقع پر قذف وغیرہ کے احکام نازل ہوئے
۔ ولنعم ما قال مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

هر چه گیرد علتی علت شود   کفر گیرد کاملے ملت شود

علتی اور بیمار جو اختیار کرتا ہے علت اور بیماری بنجاتی ہے اور کامل انسان کفر اختیار
کرتا ہے تو وہ دین اور شریعت بن جاتی ہے

کاملے گر خاک گیرد زر شود   ناقص ار زر برد خاکستر شود

کامل انسان اگر مٹی لے تو سونا بن جائے اور ناقص سونا لیلے تو وہ خاک بن جائے

جہل آید پیش او دانش شود   جہل شد علمے کہ در ناقص رود

کامل کے سامنے جہل آئے تو وہ عقل بن جائے۔ اور جو علم ناقص میں چلا جاتا ہے وہ
جہل ہو جاتا ہے

او ز قعر بحر گوہر آورد   از زیاں ہا سود برسر آورد

کامل پانی کی گہرائی سے موتی لاتا ہے۔ نقصانوں سے فائدہ اٹھاتا ہے

چوں قبول حق بود آں مرد راست   دست او در کارہا دست خداست

سچا انسان چونکہ اللہ کا مقبول ہوتا ہے اسلئے کاموں میں اسکا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے

چنانچہ جسوقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹی کو کہہ رہے تھے کہ تو ہر سفر میں لوگوں کیلئے بلا اور مشقت بن جاتی ہے اسی وقت اللہ تعالٰے نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ اب تو حضرت صدیق کو خاص مسرت حاصل ہوئی اور بیٹی سے مخاطب ہوکر تین بار فرمایا کہ

• انكِ لمباركة ، انكِ لمباركة ، انكِ لمباركة ، اے بیٹی! بیشک تو یقیناً مبارک ہے۔ اے بیٹی یقیناً تو بلاشبہ مبارک ہے۔ اے بیٹی یقیناً تو بلاشبہ مبارک ہے

ابتلاء کا باعث رفعت درجا ہونا

اتنی مدت تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا گھرانہ اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والدین اور انکے اعزہ و اقربا سب ایذا برداشت کرتے رہے طرح طرح کی دل آزاری اور گھنونی باتیں سنتے رہے اور برداشت کرتے رہے سخت مجاہدہ اور مشقت میں مبتلا رہے جسکو مجاہدہ اضطرار یہ کہا جاتا ہے۔ یہ امر ان حضرات کیلئے موجب قرب خداوندی کا ہوا باعث رفع درجات ہوا

اس ابتلاء سے صدیق اکبرؓ کی فضیلت کا ظہور

حضرت مسطح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے عسرت اور تنگدستی کیوجہ سے صدیق اکبر انکو خرچ دیتے تھے۔ مسطح نے اس قصہ میں شرکت کی! اسلئے ابوبکرؓ نے قسم کھائی کہ میں اب مسطح کو کبھی خرچ نہ دونگا۔ لیکن جب آیت خداوندی نازل ہوئی۔ کہ

جو لوگ تم میں سے فضیلت والے اور وسعت والے ہیں انکو چاہئے کہ یہ قسم نہ کھائیں۔ کہ اہل قرابت اور مساکین اور مہاجرین کی اعانت نہ کریں گے انکو چاہئے کہ معاف کریں اور درگذر کریں کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف کرے اور اللہ بڑا بخشنے والا رحیم ہے"

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت مسطح کو معاف کر کے ان کا وظیفہ دوبارہ جاری کر دیا اور قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔

اللہ تعالٰی کے اس ارشاد میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اولوا الفضل ہونیکی تصریح ہے۔ یہ حضرت صدیق کی فضیلت کی صریح دلیل ہے جب اللہ تعالٰے خود انکو صاحب فضل فرما رہے ہیں تو اس سے بڑھکر کیا فضیلت ہوگی

نیز اولوا الفضل فرمانیسے اسطرف بھی اشارہ اور تنبیہ مقصود ہے کہ مقام صدیقیت اور دائرہ کمال سے قدم باہر نہ نکلے۔ ایک امر شنیع اور معاندانہ نعل کیوجہ سے اگرچہ حضرت مسطح کا وظیفہ بند کر دینا جائز نا تھی ہو مگر مقام صدیقیت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس اشارہ کو سمجھ گئے اور نہ صرف یہ کہ قسم توڑ کر انکا وظیفہ جاری کر دیا اور قسم کا کفارہ ادا کیا بلکہ وظیفہ دو چند کر دیا۔ ایک وجہ تو یہ کہ اپنی فضیلت عند اللہ اور مقام صدیقیت محفوظ رہے اور اسکا تقاضا پورا ہو

اور دوسری وجہ یہ کہ اگرچہ حضرت مسطح سے لغزش اور خطا ہوئی کہ سنی سنائی باتوں پر اعتماد کر بیٹھے مگر اللہ تعالیٰ کے ارشاد "والمھٰجرین فی سبیل اللہ" کا بھی تقاضا پورا کرنا تھا۔ نیز چونکہ حضرت مسطح بدریین میں سے تھے اسکی بھی رعایت ضروری تھی کیونکہ جنگ بدر میں شرکت کرنیوالوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان سن چکے تھے "اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم" یعنی تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمکو بخشدیا ہے۔ اور یہ دونوں عمل یعنی ہجرت اور بدر میں شرکت حق تعالیٰ کے محبوب اور پسندیدہ اعمال ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ نے بحق ہجرت اور بحق بدریت شفاعت فرمائی کہ اے ابوبکر! تم اہل فضل میں سے ہو اور مسطح مہاجر اور اہل بدر میں سے ہیں۔ لہٰذا تم اسکے وظیفہ میں کمی نہ کرو اور مسطح سے جو غلطی ہوئی اسکو معاف کردو اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیوں کو معاف کریگا

روایتوں میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور اس فقرے پر پہونچے "الا تحبون ان یغفر اللہ لکم"

کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخشدے" تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فوراً بول اٹھے "بلیٰ یا ربنا انا نحب ان یغفر اللہ لی" ہاں اللہ کی قسم ضرور پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھکو بخشدیں"

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے باوجود مسطح کی شرکت تہمت اور سلوک نہ کرنیکی قسم کھانیکے قرآن حکیم کے اشارہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ جس سے انکی اطاعت و فرمانبرداری کے جذبہ کا پتہ چلا۔ نیز انکے عفو و مغفرت کے حریص ہونے اور اس شرف کے عزیز سمجھنے کا جذبہ معلوم ہوا۔

مہاجرین فی سبیل اللہ اور شرکاء بدر کی بزرگداشت سے انکا متخلق باخلاق اور متادب باداب اللہ ہونا ظاہر اور ثابت ہوا۔ حق تعالیٰ نے اولوا الفضل فرما کر انکی بزرگی بھی ظاہر فرمادی اور انکی فضیلت اور بزرگی کی شہادت دیدی۔ یہی وہ مکارم اخلاق ہیں جن سے حضرات صحابہ کی تربیت کیگئی ہے"

فضیلت اہل بدر و مہاجرین

حضرت مسطح نے باوجودیکہ ایک امر شنیع کا ارتکاب کیا تھا اور اللہ و رسول کو ایذا پہونچانیوالا عمل کیا تھا لیکن مہاجر اور بدری ہونیکی وجہ سے اللہ تعالیٰ

نے انکو معاف فرمایا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ کو معاف اور درگذر کرنیکی ترغیب دی۔ اس سے ہجرت اور شرکت بدر کی اہمیت اور فضیلت ظاہر اور ثابت ہوئی۔ حضرات صحابہ کا مقبول التوبہ اور پاک ہو کر آخرت میں مرحوم ہونا بھی ثابت ہوا

صحابہ کی وفاداری اور شانِ تربیت رسول

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور صحابی رسول حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی رضی اللہ عنہ کی جانب سے کمال ضبط النفس، انتہائی شرافت، اللہ و رسول کے ساتھ بے مثل وفاداری" بے نظیر اخلاص، بغایت احترام شان رسول، کامل فہم، اور اعلیٰ تہذیب اسلامی، و انسانی کا مظاہرہ و تجربہ ہوا۔ جس سے معلم کامل ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ تزکیہ و تربیت کا پتہ چلا۔ اور نظر کیمیا اثر کا اعجاز اور صحبت بابرکت کی برکات کا ظہور ہوا"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادائیگی حقوق میں اہتمام

واقعہ کے خاص صورت میں رونما ہونے اور عام طور پر خبیث اور بد باطن لوگوں کے چرچا کرنیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا متردد ہو جانا فطرت بشری کے تقاضے سے تھا اسی لئے لوگوں سے آپنے پوچھ گچھ بھی فرمائی لیکن آپنے اس غیر فطری امر کے مقتضیٰ پر عمل نہیں فرمایا۔ نہ اس خبر کی آپ نے تصدیق فرمائی، نہ اس کا چرچا کرنا پسند فرمایا۔ بلکہ بہ تقاضائے سلامت فطرت آپکو ام المومنین کی نزاہت کا شرعی یقین حاصل تھا۔ جسکو آپنے مجمع عام میں مسجد نبوی میں منبر پر ان الفاظ میں ظاہر فرما دیا کہ "ما علمت علی اھلی الا خیراً" مجھکو اپنے اہل کے بارہ میں خیر ہی کا یقین ہے۔

اور تردد مذکور یقین شرعی کے منافی نہیں ہے البتہ یقین اصطلاحی عقلی بعد نزول آیات برأت ہوا

مگر باوجود اس تردد اور اضطراب کے حضرت صدیقہ کی برابر مزاج پرسی فرماتے رہے اور دنیا کو بتا دیا کہ اگرچہ مردانہ غیرت و حمیت اسطرح کے معاملات میں بہ تقاضائے فطرت انسانی تردد اور اضطراب میں مبتلا کر دیتی ہے

لیکن شرعی حقوق جو دوسروں علی الخصوص بیوی سے متعلق ہیں انکی ادائیگی میں فرق نہیں ڈال سکتی۔ طبعی و فطری تقاضوں پر شریعت کے اوامر و نواہی کو غالب رکھنا ہی اعلیٰ درجہ کا کمال ہے

شوہر کی ذمہ داری

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت فرمائی۔ اور توبہ و استغفار کیطرف توجہ دلائی جس سے شوہر کے بیوی کے دین کا ہر وقت خیال اور دھیان رکھنے کی اہمیت ظاہر ہوئی

ام المومنین کا حضور کے ساتھ کمالِ عشق

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ روزانہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی مزاج پرسی فرماتے رہے، گھر والوں سے پوچھتے تھے کہ "کیف تیکم"۔

یعنی عائشہ کا مزاج کیسا ہے"

اکثر بالواسطہ مزاج پرسی فرماتے براہِ راست نہ پوچھتے۔ کیونکہ بوجہ افواہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مضطرب اور متردد تھے۔ اسوجہ سے ذرا التفات میں کمی ظاہر ہوتی تھی۔ ام المومنین کو حضور کی ناراضی کا علم نہ تھا۔ بلکہ شبہ تک نہ تھا۔ کیونکہ وہ افواہ سے محض بے خبر تھیں۔ ہاں قلّت لطف کا احساس ہوتا تھا۔ عدم لطف کا بھی احساس نہ تھا۔

جیسا کہ خود فرماتی ہیں کہ مہینے بھر تک میں گھر ہی میں بیمار پڑی رہی، نہ میں نے کسی سے سنا نہ کسی نے مجھ سے کہا۔ البتہ بسا اوقات یہ خیال گذرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر و محبت میں کمی کی کیا وجہ ہے بیماری میں عام طور پر جو شفقت حضور کو میرے ساتھ ہوتی تھی اس بیماری میں وہ بات نہ پاتی تھی۔ اسلئے مجھکو رنج تو بہت ہوتا تھا مگر وجہ معلوم نہ ہوتی تھی" پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے۔ سلام کرتے اور دریافت فرماتے کہ طبیعت کیسی ہے؟ اور کوئی بات نہ کرتے۔ اس سے مجھے بڑا صدمہ ہوتا مگر افترا بازوں کی تہمت سے میں بالکل غافل تھی"

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ام المومنین کو صرف اتنی بات قلق و اضطراب میں ڈال رہی تھی کہ حضور کا برتاؤ پہلے کا سا نہیں، پہلا سا لطف نہیں، صرف اتنے ہی احساس سے وہ مضطرب اور بے چین تھیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کو اللہ اور اس کے رسول سے کمال درجہ عشق تھا۔

یہ تقاضائے عشق و محبت ہے کہ محبوب ناراض نہ ہو، ناراضی کا شبہ نہ ہو، صرف اتنا احساس ہو جائے کہ پہلا سا برتاؤ نہیں ہے، لطف و عنایت میں کچھ کمی ہے تو عاشق اور محب اس کا بھی تحمل نہیں کر سکتا عاشق یہ کبھی نہیں دیکھتا کہ محبوب کتنا ناراض ہے۔ زیادہ ناراض ہے یا کم! بلکہ ناراضی بھی نہ ہو، صرف پہلے جیسے برتاؤ اور لطف میں کمی ہو، تو برتاؤ اور لطف میں قلت دیکھکر ہی متاثر اور بے چین ہو جاتا ہے

یہی بات ہے کہ سالکین راہ حق جو اہل محبت ہیں بعض دفعہ آثار سے یہ شبہ ہونے پر کہ حضرت حق کا ہمارے ساتھ پہلا سا لطف نہیں تو انکے اوپر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے۔ اسی کو فرمایا ہے

گر ز باغ دل خلالے کم بود　　بر دل سالک ہزاراں غم بود

حق یہ ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے محترم شوہر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال درجہ محبت تھی بلکہ شغف اور عشق کے درجہ تک پہونچی ہوئی تھی۔ ہر ہر موقع پر اس کا ظہور ہوتا تھا۔ رات کو بستر سے چپکے سے اٹھکر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں مشغول ہوتے۔ ام المومنین کی جب آنکھ کھلتی اور آپکو بستر پر نہ پاتیں تو مضطرب ہوکر بے اختیار بستر پر نیز زمین پر چراغ نہ ہونیکی وجہ سے اندھیری رات میں ٹٹولنے لگتیں، ہاتھ حضور کے بحالت سجدہ پائے مبارک پر پڑتا تو اطمینان ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ سفر کے موقع پر ازواج مطہرات میں سے کسی کو ہمراہ لیجانیکے لئے انکے درمیان قرعہ ڈالتے جس کے نام قرعہ

نکلتا اسکو ہمراہ لے جاتے غزوۂ ذات السلاسل کے موقع پر ام المومنین عائشہ صدیقہ اور ام المومنین حفصہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے نام قرعہ نکلا، ہر دو محترمہ کو معیت کا شرف حاصل ہوا۔ رات کو حضرت عائشہ صدیقہ کے محمل میں تشریف لاتے۔ قافلہ جب تک رواں رہتا، باتیں فرماتے۔ ایکدن حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا کہ لاؤ ہم دونوں اپنا اپنا اونٹ بدل لیں۔ اور ایکدوسرے کو دیکھتے چلیں، انھوں نے غور نہ کیا اور اونٹ بدل لیا رات کو حسب معمول آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم محمل عائشہ میں تشریف لائے، دیکھا تو حضرت حفصہ تھیں، سلام فرماکر بیٹھ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا منتظر ہی رہگئیں اور قافلہ روانہ ہوگیا۔ جب قافلہ نے پڑاؤ ڈالا تو ام المومنین حضرت عائشہ سے ضبط نہ ہوسکا۔ غایت اضطراب میں محمل سے اترکر دونوں پاؤں اذخر گھاس میں ڈالدیئے اور بے اختیار زبان پر یہ الفاظ جاری ہوگئے۔

یارب سلط علی عقربا او حیة تدغنی ولا استطیع ان اقول له شیئا	اے اللہ کسی بچھو یا سانپ کو مسلط کر دیجئے کہ وہ مجھکو ڈس لے۔ میں انکو تو کچھ کہہ نہیں سکتی

حضرات علماء فرماتے ہیں کہ

قالت ذلك من اجل كمال حبها ولوما على نفسها فيما اطاعت الحفصة	یعنی یہ بات ام المومنین عائشہ صدیقہ نے کمال محبت کیوجہ سے کہا اور اپنے

اوپر ملامت کی کہ کیوں انھوں نے حضرت حفصہ کی بات مانی

اوپر یہ حدیث گذر چکی ہے جسمیں مذکور ہے کہ (حضور نے فرمایا کہ اے عائشہ جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو" وربّ محمد" کہکر قسم کھاتی ہو، اور غصہ ہوتی ہو تو "وربّ ابراھیم" کہکر قسم کھاتی ہو، اس پر ام المومنین نے جواب میں عرض کیا کہ، اجل واللہ یا رسول اللہ انما اھجر الا اسمك، ہاں اللہ کی قسم! یا رسول اللہ سچ ہے مگر صرف نام ہی آپ کا چھوڑتی ہوں،، اس پر علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ

ھذا الحصر فی غایۃ من اللطف لانھا انما اخبرت انھا اذا کانت فی غایۃ من الغضب الذی لیسلب العاقل اختیارہ لایغیرھا عن کمال المحبۃ المستغرقۃ ظاھرھا و باطنھا الممتزجۃ بروحھا وانما عبرت عن الترك بالھجران لیدل بھا علی انھا تتالم من ھذا الترك الذی لا اختیار لھا فیہ "

یہ حصر انتہائی لطافت کو پہونچا ہوا ہے × اسلئے کہ وہ کہہ رہی ہیں کہ یا رسول اللہ وہ انتہائی غضب جو بڑے بڑے عاقل کے اختیار کو سلب کر لیتا ہے آپکے اس کمال محبت سے ہٹا نہیں سکتا جس محبت میں میرا ظاہر و باطن مستغرق ہے۔ اور جو میری روح میں رچ بس گئی ہے اور ترک کے بجائے اہجر کہنا دلیل اس بات کی ہے کہ اس ترک اسم سے وہ رنجیدہ اور متالم ہوتی ہیں۔ اسلئے کہ ترک اختیاری ہوتا ہے۔ اور ہجران غیر اختیاری ہے

فتنہ رونما ہونیکی حکمت اور تحقیق و تفتیش کے فوائد

اللہ کے محبوب و معصوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت و رسالت اور آپکی امت کے کفر و ایمان کا معاملہ تھا۔ نیز آپکی شان امتیازی اور معصومیت و پاکیزگی کا تقاضا تھا کہ برائت و صفائی کو قطعی بنانیکے لئے وحی الٰہی کا نزول ہو، جیسا کہ فوائد سابق میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔ کسی غیر نبی کا معاملہ ہوتا تو شاید صفائی و برائت کا نزول ہی نہ ہوتا۔ بہرکیف براءت نازل ہوئی۔ مگر فوراً ہی نہیں ہوئی۔ ایک ماہ کی تاخیر سے ہوئی۔

اگر فوراً ہی براءت و صفائی کے سلسلے میں وحی الٰہی کا نزول ہوجاتا تو جسطرح بہت زیادہ برپاشدہ خلفشار و انتشار اور تردد و اضطراب، فتنہ و فساد وحی کے نازل ہوتے ہی ایک دم دور اور کافور ہوگئے وہ غالباً پیدا ہی نہ ہوتے۔ اور آگ مشتعل ہونیسے پہلے ہی بجھ جاتی۔ لیکن بتقاضائے حکمت بالغۂ الٰہیہ ایک ماہ کے بعد ہوئی اس درمیان میں منافقوں، مفسدوں، جرائم پیشہ لوگوں کو غیبت و بدگوئی، تہمت و بدظنی اور خوب خوب پر وپاگنڈہ کرنیکا موقع ملا جس کا جو اثر اور نتیجہ ہونا چاہئے تھا وہ ظاہر ہوا۔

قاعدہ ہے کہ جب کوئی اس قسم کا حادثہ رونما ہوتا ہے تو غلط فہمی پیدا

بدظنی کیوجہ سے، یا خباثت وشرارت وبدباطنی کے سبب سے نادان اور مخالف منافق اور مفسد لوگ طرح طرح کے پروپاگنڈے شروع کردیتے ہیں۔ اور آتش فتنہ وفساد مشتعل ہوجاتی ہے اگر ابتداء ہی میں اصل حقیقت سے لوگوں کو آگاہ کرنیکی جدوجہد کیجائے اور صفائی وبراءت کا اہتمام کرکے ذہنوں کو صاف کردیا جائے۔ تو خلفشار وانتشار کی نوبت ہی نہ آئے۔ اور آتش فتنہ وفساد مشتعل ہونیسے پہلے ہی بجھ جائے۔ مگر اس سے نہ تو جرائم کا انسداد ہوگا نہ جرائم پیشہ لوگوں کی اصلاح ہوگی، وقتی فتنہ ختم ہوسکتا ہے مگر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نفاق وشقاق اور معاشرہ کو گندہ اور متعفن کردینے والے اسباب فتنہ وفساد، غیبت وبدگوئی، الزام تراشی وبدظنی، افواہ اور سنی سنائی باتوں پر کان دھرنا اور بلا تحقیق باتوں کو مان لینا، فحش وبیحیائی کا چرچا کرنا اور پروپاگنڈہ کرنا وغیرہ کی موجودگی انواع واقسام کے نئے نئے شر وروفتن کو جنم دیتی رہے اور ایک معاملہ کے بعد دوسرا معاملہ شروع ہوتا رہے اور آدمی صفائی ہی دیتا رہے اور قسمیں کھاتا پھرے اور اسطرح صلحاء وشرفاء کی عزت وآبرو ہر وقت خطرہ ہی میں رہے۔

بخلاف اسکے بجائے صفائی اور اظہار حقیقت کے گو بعض اشخاص ومعاملات مستثنیٰ ہوں۔ تہمت وبدظنی کی شناعت، غیبت وبدگوئی کی قباحت کذب اور بغیر تحقیق سنی سنائی باتوں پر کان دھرنے فحش وغیرہ کے چرچا وتذکرہ کرنیکی دینی ودنیوی مضرت بیان کیجائے۔ انکے مرتکبین کی سرزنش

وملامت کیجائے۔ ان سے اظہار نفرت کیا جائے۔ خدا کا خوف دلایا جائے شرم وغیرت دلائی جائے، شرعی ثبوت طلب کیا جائے تاکہ جھوٹ کی قلعی کھلے۔ مغویانہ اور پرفریب پروپاگنڈوں کا پول کھلے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جرائم پیشہ منافقوں اور مفسدوں کی ہمت پست ہوگی۔ عوام کے سامنے رسوا اور ذلیل ہوجائینگے۔ پھر کسی کے سامنے جھوٹ بولنے، غیبت کرنے، الزام لگانے اور فواحش کا چرچا کرنیکی ہمت نہ کرسکیں گے

اسلئے پروردگار عالم نے اپنی حکمت بالغہ کے تقاضے سے فوراً ہی صفائی اور براءت نازل نہیں فرمائی بلکہ ایک ماہ کی تاخیر فرمائی۔ اور جرائم پیشہ لوگوں کے جرائم پر تہدیدات وتشدیدات عظیمہ کا خوب خوب اظہار فرمایا مثلاً فرمایا کہ

١۔ ان کو اسی کوڑے مارو۔ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً

٢۔ انکی شہادت کبھی قبول نہ کرو۔ لَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا

٣۔ یہی لوگ فاسق ہیں ــــ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ

٤۔ ان میں ہر شخص نے جتنا کچھ کیا گناہ ہوا۔ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ

٥ــ جس نے اس طوفان میں بڑا حصہ لیا اسکو سب سے بڑی سخت سزا ہوگی وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ

٦ــ جب تم نے سنا تو نیک گمان کیوں نہ کیا۔ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ ..... خَیْرًا

٧ــ تم نے اسکو صریح جھوٹ کیوں نہیں کہا۔ وَقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ

٨ــ جب یہ لوگ چار گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک یہ لوگ جھوٹے ہیں فَاُولٰٓئِكَ

عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ

۹ــــ اللہ کا فضل و رحمت نہ ہوتی تو تم عذاب عظیم میں گرفتار ہوتے، لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ ..... عَظِیْمٌ

۱۰ــــ بے علم و تحقیق بات کہنے کو تم معمولی نہ سمجھو، یہ اللہ کے نزدیک بڑی بھاری بات ہے ۔ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ ۔ الٰی ــ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ

۱۱ــــ تم نے یہ بات سنی تو کیوں نہ کہا کہ ایسی بات کہنا ہمکو زیبا نہیں مَا یَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا؟

۱۲ــــ تم نے تعجب کیوں نہ کیا ۔ سُبْحٰنَكَ

۱۳ــــ تم نے اسکو بڑا بہتان کیوں نہ کہا ۔ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ

۱۴ــــ اللہ تمکو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسی حرکت نہ کرنا کہ پھر ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مومن ہو ۔ لَا تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا

۱۵ــــ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ بے حیائی اور گندی باتوں کا چرچا ہو انکے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ ...... لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

۱۶ــــ شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو ۔ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ

۱۷ــــ جو لوگ پاک دامن کو تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی جاتی ہے ۔ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ

۱۸ــــ قیامت کے دن انکے ہاتھ پاؤں انکے خلاف گواہی دینگے، تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ الخ

۱۹ــــ اللہ انلوگوں کو واجبی بدلہ دیگا وغیرہ یُوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ الخ

اصحاب علم اور ارباب فہم و دانش کا فرض ہے کہ معاشرہ کو متعفن اور گندہ کرنیوالے، اصلاح ذات البین کو فساد ذات البین سے بدل دینے والے، مسلمانوں میں تفرق و انتشار پیدا کرنیوالے اور عوام کے اخلاق کو تباہ و برباد کر دینے والے ان اسباب سے خود بھی احتراز و احتیاط کریں اور دوسروں کو بھی احتیاط و پرہیزگاری کی تعلیم و تلقین کریں ۔ اور لوگوں کو زریں تعلیمات قرآنی اور بیش بہا ہدایات ربانی پر عمل کرنیکی تاکید کریں اور ان اسباب کے ارتکاب کرنیوالوں کو زجر و توبیخ اور سرزنش و ملامت سے باز رکھنے کی کوشش کریں ۔ کیونکہ عوام جو سادہ لوح اور علم و معرفت سے محروم ہوتے ہیں ۔ وہ انلوگوں کے فریب میں آجاتے ہیں اور ان کی باتوں کو ہلکی اور معمولی سمجھتے ہیں ۔ جبکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی اور اہم ہیں ۔ اسلئے کہ جنکو چکنی اور چپڑی باتیں کہنے کا ملکہ ہے ان سے آج کے عوام اور کمزور عقل و فہم کے لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں ۔

آجکل کے ان منافقین کی حرکات اُن منافقین کی حرکات سے زیادہ بدتر ہیں ۔ جنکے بارے میں قرآن کا یہ بیان ہے ، یبغونکم الفتنة "یہ تمہارے درمیان فتنہ پردازی کیلئے کوشاں ہیں"

بقول ایک مجدد وقت کے یہ کوتاہی بہت ہی عام ہے ۔ حتی کہ علماء و مشائخ و ثقات تک باستثنائے من شاء اللہ اس سے محفوظ نہیں ۔ یہ ہے جسکی نسبت جو کچھ بھی سنا یا اکثر اوقات سنے ہوئے بھی نہیں ہوتے محض قرآن

ہی پر بھر قرائن بھی کیسے جو ضعیف الدلالۃ ہی نہیں محض غیر دال، اعتماد کر کے زبان سے ہانک دیا۔ خود ہی تفسیر و حدیث میں اسکے متعلق احکام پڑھا دیں وعظ میں دوسروں کو سنا دیں مگر جب عمل کا موقع ہو، ایسے بھول جاویں گویا اسکے متعلق کبھی حکم شرعی انکے کان میں پڑا ہی نہیں، پس بلحاظ دیگر گویا قرآن و حدیث صرف درس و وعظ کیلئے ہے۔ عمل کیلئے ہے ہی نہیں، یا عمل کیلئے بھی ہے تو صرف عوام کیلئے اور خواص اس سے بری ہے یہ تو بعینہ علماء یہود کا طرز ہے۔ اللھم احفظنا!

بہر حال کوئی خاص ہو یا عامی، احکام تو سب ہی کیلئے عام ہیں۔ حدیث کفیٰ بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع اور حدیث ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔ ان ابواب میں نصوص صریحہ صحیحہ ہیں

نیز ان احادیث کا مدلول شب و روز مشاہدہ میں بھی آتا ہے کہ سُنی ہوئی حکایات اور اس سے بڑھکر قرائن پر بنا کی ہوئی روایات اس کثرت سے غلط نکلتی ہیں کہ گویا قریب قریب سب ہی غلط ہوتی ہیں۔ اور اگر اتفاقاً شاذ و نادر کوئی صحیح بھی ہوتی ہیں تو اس میں جھوٹ کی آمیزش اس نسبت سے ہوتی ہے جو پَر اور کوّے میں نسبت ہوتی ہے یعنی پر کے برابر سچ ہوتا ہے اور کوّے کے برابر جھوٹ۔ پھر اس بے بنیاد اور لغو اور مہمل روایت پر کسی سے عداوت کسی سے پر بدگمانی، کسی کی نسبت بد زبانی بے تکلف جائز رکھی جاتی ہے .... واقعی بات یہ ہے کہ اگر حضرت عائشہ کے باب میں وحی قطعی نازل نہ ہوئی ہوتی تو لوگوں کو اس بے احتیاطی

پر نظر کرتے ہوئے قوی شبہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے بہت سے مسلمان بھی ان پر بدگمانی کئے ہوئے رہتے۔ مگر ہم لوگوں کی قسمت اچھی تھی جو اس باب میں وحی نازل فرمائی گئی۔ مگر عجیب بات ہے کہ باوجود اس علم کے عام ہونے کے دوسرے موقع پر جہاں جزئیاً وحی نہ ہو اس حکم پر عمل نہ ہوتا۔ حالانکہ اس حکم کے ضمن میں جو اصول بیان فرمائے گئے ہیں وہ کسی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ گو یہ فرق ضرور ہے کہ محل نص کی براءت و نزاہت قطعی ہے کیونکہ وہ صرف ان اصول پر مبنی نہیں۔ اگر وہ اصول نہ ہوتے تب بھی براءت کا اعتقاد قطعاً فرض تھا۔ اور خلاف کا احتمال بھی واقع نہیں تھا۔ اور غیر محل نص کی براءت ظنی ہے کیونکہ وہ اس اصول پر مبنی ہے جنکا حاصل دلیل شرعی نہ ہو۔ اسکے ساتھ تکلم اور اسمیں سوء ظن جائز نہیں۔ گو واقع میں اس کے خلاف کا احتمال ہو (اصلاح انقلاب)

سنی سنائی باتوں، جھوٹی خبروں کو مان لینا بے تحقیق کئے ہوئے زبان سے نکالنے کو گویا گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بھاری بات ہے اور اسمیں اہمیت اسلئے بھی زیادہ ہے کہ یہ امر دوسرے گناہوں اور جرائم مثلاً غیبت وغیرہ وغیرہ کا باعث اور سبب ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک میں جب یہ افواہ آئی تو آپ نے کس قدر بلیغ تحقیق و تفتیش کا اہتمام فرمایا۔ جیسا کہ اوپر مفصلاً مذکور ہوا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت ام مسطح کی زبانی خبر سننے کے بعد اپنے میکے جا کر تحقیق واقعہ کی ضرورت محسوس

فرمائی کیونکہ ہر خبر پر بغیر تحقیق اعتماد کر لینا خلاف عقل اور خلاف شریعت ہے ۔ شریعت میں ہر خبر کی تحقیق کی بہت زیادہ تاکید ہے ۔ اسی بے کوتاہی سے یہ طوفان برپا ہوا تھا ۔ اور بعض سیدھے سادے مسلمانوں کے دین و ایمان پر آ بنی تھی ۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ	اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق شریر
فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا	تمہارے پاس کوئی خبر لائے (جس میں
قَوْمًاۢ بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا	کسی کی شکایت ہو تو بدوں تحقیق
فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ۝	اس پر عمل نہ کرو بلکہ اگر عمل کرنا ہو تو)

خوب تحقیق کر لیا کرو کبھی کسی قوم کو نادانی سے ضرر نہ پہنچا دو پھر کل کو اپنے کئے پر پچھتانا پڑے

تنبیہ ۔ فتبینوا سے یہ مقصود نہیں کہ ضرور اس خبر کی تحقیق کیجائے ۔ کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ اگر ہم کسی شخص کی برائی سنکر بالکل التفات نہ کریں تو جائز ہے ۔ بلکہ بعض جگہ تو تجسس حرام ہے بلکہ مقصود اس سے نہی ہے عملِ بلا تحقیق سے (یعنی اگر عمل کرنا اور ماننا ہو تو بلا تحقیق نہ مانو نہ عمل کرو) اور یہ مسئلہ مستقل ہے کہ کہاں واجب ہے کہاں جائز ہے اور کہاں ممنوع ہے ۔ سو اس میں قول مجمل یہ ہے کہ جہاں تحقیق نہ کرنیسے واجب شرعی فوت ہوتا ہو وہاں واجب ہے ۔ اور جہاں تحقیق نہ کرنیسے کوئی واجب فوت نہیں ہوتا اور تحقیق کرنیسے اس مبلغ عنہ کا بھی کچھ ضرر نہیں تو وہاں تحقیق کرنا جائز ہے (واجب نہیں) اور جہاں تحقیق کرنے سے اپنی کوئی

دفع مضرت نہیں اور اس دوسرے کو ناگواری ہے تو تحقیق حرام ہے جیسے سنا کہ فلاں شخص خفیہ شراب پیتا ہے تو تحقیق نہ کرنیسے اپنا کوئی ضرر نہیں اور تحقیق کرنیسے وہ فضیحت و رسوا ہوتا ہے ۔ خوب سمجھ لیا جائے

(تفسیر بیان القرآن)

شوہر کی اطاعت

حضرت صدیقہ کا باوجود نہایت رنجیدہ خبر کے اپنے میکے جانیکے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرنا انتہائی رنج و تکلیف کے باوجود شوہر کی اطاعت کے جذبہ کا پتہ چلتا ہے

معاشرت اسلامی کا فائدہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیٹی کو باوجود شوہر محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آنیکے یہ سمجھکر کہ شاید بیٹی کے دل میں کچھ ناخوشی ہو یا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خاطر مبارک پر کسی درجے میں بار گذرا ہو، یا باپ کے یہاں دیر لگانے میں کچھ خیال پیدا ہو جائے۔ بیٹی کو الٹے پاؤں واپس کر دینا معاشرت کے اعلیٰ اصول کیطرف رہنمائی کرتا ہے نیز یہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی کمال دانائی و تجربہ کاری اور اعلیٰ درجہ کی فہم و بصیرت کی دلیل ہے۔ آج سینکڑوں گھر ان میکے والوں کی حمایت کیوجہ سے برباد ہو رہے ہیں۔

اولاد کی تربیت

حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا کی حضرت مسطح سے بوجہ شرکت تہمت ناراضی اور ناخوشی اس بات کی دلیل ہے کہ دینی معاملات میں اولاد کی بے جا حمایت نہ عنداللہ اچھا کام ہے نہ شرعاً مطلوب، نہ طبعاً محبوب، سبحان اللہ! بہ برکت صحبت نبوی عورتوں کا یہ حال تھا

غیرت نسوانی میں ام المومنین معذور تھیں

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ایک انصاریہ عورت کے سامنے حضور کے واقعہ ذکر کرنے پر حضور سے کہنا "الا تستحی" "آپ شرم نہیں کرتے" یہ بظاہر کس قدر

گستاخی معلوم ہوتی ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فراست ایمانی سے انکو معذور سمجھکر برا نہیں مانا۔ اور نہ عنداللہ یہ گستاخی شمار کیگئی۔ کیونکہ یہ الفاظ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کمال احتیاط، انتہائی غیرت نسوانی اور عزت نفس کے آئینہ دار ہیں۔ نیز انکے تمام گندگیوں سے بری ہونیکی طرف مشیر ہیں: لہٰذا یہ تو حضور کیلئے باعث مسرت و اطمینان ہے نہ کہ ناراضی و ناگواری کا سبب۔"

فرق مراتب کی رعایت

حضرت صدیقہ کا اپنے والدین کو حضور کا جواب دینے کیلئے درخواست کرنے پر والدین کا جواب دینے سے احتیاط کرنا فرق مراتب کے کمال رعایت کی دلیل ہے۔"

سوکن کیساتھ حسن سلوک

حضرت صدیقہ کی سوکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور گھر کی خادمہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے اس واقعہ کے متعلق پوچھ گچھ کیگئی۔ جس گھر میں سوکن ہو تو وہاں جائز و ناجائز کی پرواہ نہیں ہوتی۔ برائی کرنے اور شوہر کی نظروں سے گرانیکے لئے اس سے بہتر کونسا موقع ہو سکتا تھا اگر کسی منکر کا وجود ہوتا تو وہ ہرگز نہ چھپاتیں اس

حضرت صدیقہ کی اعلیٰ درجہ کی پاکدامنی بھی ثابت ہوئی۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ثابت ہوا کہ ان پاکباز بیبیوں نے بہ برکت ملازمت صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صدق و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور نہایت صفائی کے ساتھ حضرت عائشہ کی برات اور پاکیزگی کو باور کرانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی

ام المومنین کی عالی حوصلگی

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت حسان وغیرہ سے خوش رہیں۔ انکے فضائل و کمالات کا اعتراف فرماتی رہیں۔ اس سے انکی پاک باطنی عالی حوصلگی بالکل ظاہر اور عیاں ہے

ام المومنین کی عند اللہ قرب ومنزلت

اس واقعہ کے موقع پر حق تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایسے فضائل اور محاسن بیان فرمائے کہ جو وہم و گمان میں بھی نہ تھے اور انکے بے اندازہ قربت و منزلت عند اللہ کا پتہ چلا۔ یہ بھی حکمت الٰہی کا ایک تقاضا معلوم ہوتا ہے کہ تہمت لگائی جائے تاکہ فضائل و محاسن کے مخفی گوشے منصۂ شہود پر آجائیں

اور قیامت تک ان کا ذکر و اعلان ہوتا رہے انکی تعریف کے گن گائے جاتے رہیں اور عقیدت کے پھول برسائے جاتے رہیں۔ حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں

آلت خود را اگر خود بشکند آں شکستہ گشتہ را نیکو کند

اگر وہ اپنے آلہ کو خود توڑ دیتا ہے تو اس ٹوٹے ہوئے کو خوب جوڑ دیتا ہے

رمز ننسخ آیۃ او ننسہا نأت خیر از در عقب می داں مہا

اے بزرگ! ماننسخ آیۃ او ننسہا کے اشارے کے بعد نأت بخیر کو سمجھ لے۔ یعنی جب ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر لاتے ہیں جو قرآن شریف میں فرمایا ہے تو اسمیں مصلحت یہ ہے کہ تشریع میں جو تبدیلی ہوتی ہے وہ مصلحتوں سے پُر ہوتی ہے

ہر شریعت را کہ حق منسوخ کرد او گیا بُرد و عوض آورد وَرد

جس شریعت کو خدا نے منسوخ کیا ہے تو در حقیقت اس نے گھاس کو ختم کیا ہے اور اسکے بدلے میں گلاب لایا ہے

شب کند منسوخ نور روز را چوں جمادے داں خرد افروز را

رات، دن کی روشنی کو منسوخ کر دیتی ہے۔ عقل انسانی بیکار پتھر جیسی ہو جاتی ہے

باز شب منسوخ شد از نور روز تا جمادی سوخت زاں آتش فروز

پھر دن کی روشنی سے رات منسوخ ہوئی یہانتک کہ اس حرارت پیدا کرنیوالے دن کی وجہ سے اسکا پتھریلا پن ختم ہو گیا۔

گرچہ ظلمت آمد آں نوم و سبات نے درون ظلمت است آب حیات

اگر نیند اور رات کا سکون تاریکی ہے تو کیا آب حیات تاریکی میں نہیں ہے۔ یعنی بظاہر نور کی تبدیلی بے بو ظلمت کی آمد کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتی لیکن جانداروں کو حقیقۃً اسی سے آب حیات حاصل

ہوتا ہے۔ اور تمام قوٰی از سرِ نو تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔

کہ زِ ضد ہا ضد ہا آید پدید | در سویدا روشنائی آفرید

کیونکہ اضداد سے اضداد پیدا ہوتے ہیں۔ دل کے کالے نقطے میں نور پیدا فرمایا ہے۔ یعنی جو چیزیں باہمی مقابل ہیں۔ ایک چیز جاتی ہے تو دوسری چیز اسکے مقابلہ کی نمودار ہو جاتی ہے

پس زیادتہا درون نقصہاست | مر شہیداں را حیات اندر فناست

پس نقصانوں میں ترقیاں مضمر ہیں فنا ہو جانے ہی میں شہیدوں کی حیات ہے یعنی بہت سی چیزوں میں جو نقصان نظر آتے ہیں۔ وہی اضافوں اور ترقیوں کے سبب ہیں انسان شہید ہو کر بقا و دوام حاصل کر لیتا ہے

علماء فرماتے ہیں کہ

یجب ان الشکر الآباء العلماء الذین ولد والنا الشکوك اذ کانوا اسبابا لمن حرّك نحواطرنا للنظر فی العلم	یعنی ہمارے پہلے کے جن علماء نے ہمارے لئے شکوک پیدا کئے چاہئے کہ ہم انکے بھی مشکور ہوں۔ اسلئے کہ وہ انلوگوں کیلئے سبب بن گئے جو ہمارے دلوں کو علم میں نظر و فکر کے لئے محرک بنگئے

حضرت حق کی ذات و صفات و افعال پر اعتراض کیا گیا تو کلام اللہ اور احادیث رسول اللہؐ اور ارشادات اہل اللہ میں انکے جواب میں کیسے کیسے حقائق کا اظہار ہوا۔ کیسے کیسے دقائق پر مطلع کیا گیا۔ کیسے کیسے اسرار و معارف کا انکشاف ہوا۔ کیسی کیسی موشگافیاں کیگئیں۔ ایک مستقل علم علم کلام وجود میں آگیا۔ معلوم نہیں کتنے رازی اور معلوم نہیں کتنے غزالی پیدا ہوئے اور حقائق و معارف کے دریا بہا دیئے گئے

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدف بنایا گیا تو آپ کے محامد واوصاف

اور محاسن و فضائل و کمالات کیطرف مومنین کو توجہ ہوئی۔ پھر تو آپ کی سیرت مقدسہ کے وہ وہ پہلو اجاگر ہوئے کہ عقلیں دنگ اور حیران رہگئیں وہ وہ مناقب و فضائل سامنے آئے کہ روحیں غش غش کرنے لگیں تو یہ سنت الٰہیہ اور فطرت کا یہ قانون ام المومنین حرم امت محمدیہ زوجہ خیر البریہ صلی اللہ علیہ وعلی ازواجہ وسلم کے حق میں کیوں نہ بروئے کار آتا۔ چنانچہ براءت کے موقع پر وہ وہ فضیلت عیاں اور نمایاں ہوئی کہ مالا عین رأت، ولا اذن سمعت الخ حق تعالیٰ نے حضرت ام المومنین کو محصنات، غافلات، مومنات میں سے گردانا، انکے تہمت لگانیوالوں کو دنیا و آخرت میں ملعون فرمایا۔ اور انکی عصمت و نزاہت میں شک کرنیوالوں پر اس درجہ زجر و توبیخ فرمائی کہ جو بت پرستوں پر بھی نہیں فرمائی انکو تمام گندگیوں سے نہ صرف بری قرار دیا بلکہ عصمت و عفت طہارت و نزاہت پر قیامت تک کیلئے مہر لگادی۔ مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا۔ غرضکہ فضیلت کے اعلیٰ مقام پر پہونچادیا۔

جس سے عنداللہ قرب و منزلت کا پتہ چلا۔ اس پر حضرت عائشہؓ کو بجا طور پر فخر تھا اور فی الواقع وہ اس پر جتنا بھی فخر کریں کم تھا۔"

حضور صلعم عالم الغیب نہیں تھے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے مخلص صحابہ رضی اللہ عنہم اور سارا مدینہ حیران و پریشان تھا۔ ایک مہینہ تک حقیقت حال سے سب بے خبر تھے جب حق تعالے نے آیات الٰہی بذریعہ وحی نازل فرمائیں تب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حق بات معلوم ہوئی۔ ورنہ اتنی بات بڑھتی چلی جارہی تھی کہ آپس میں کشت و خون اور جنگ وجدل کی نوبت آچلی تھی۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مستقل اور کلی طور پر عالم الغیب ہوتے تو کیوں اتنے متفکر اور رنجیدہ اور پریشان و مضطرب ہوتے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت اسامہ سے کیوں صلاح لیتے۔ اور حضرت بریرہ خادمہ اور زوجہ مطہرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کیوں پوچھ گچھ فرماتے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ سے کیوں ناراضی ظاہر فرماتے اور ان کو توبہ کیلئے کیوں فرماتے اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو یہانتک نوبت ہی کیوں آتی۔ قافلہ کی روانگی ہی کیوقت حضور کو معلوم ہوجاتا کہ ہار گم ہوگیا ہے اور عائشہ اسکی تلاش میں گئی ہوئی ہیں۔ لہٰذا قافلہ کے رک جانیکا حکم دیدیتے

اگر حضرات صحابہ کا یہ عقیدہ ہوتا کہ حضور عالم الغیب ہیں تو کیوں آپسمیں

لڑنے مرنے پر تیار ہوتے اور کیوں متردد ہوتے۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ ہوتا کہ حضور عالم الغیب ہیں تو کیوں اتنی رنجیدہ اور اتنی متفکر ہوتیں۔ حضور کے استفسار پر ہر ایک کا صرف ایک جواب ہوتا کہ یارسول اللہ آپ تو "عالم الغیب" ہیں آپکو خود پاکی کا علم ہے۔ مگر یہ سب کچھ نہ ہوا جس سے صاف واضح ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلی اور مستقل طور پر عالم الغیب نہیں ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ آپکو بذریعہ وحی یا الہام یا کشف یا فراست کسی چیز کی خبر یا اطلاع دیتے تھے تو آپکو علم ہوتا تھا"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانیوالا ملعون ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت آسمان سے نازل ہوئی اسلئے ان کا لقب "مبرأۃ من السماء" ہے۔ حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جب حضرت عائشہ سے کوئی روایت بیان کرتے تو کہتے کہ صدیقہ بنت الصدیق حبیبۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبرأۃ من السماء نے مجھ سے یوں بیان کیا ×

اسی لئے تو ان کا قاذف باجماع امت کافر و مرتد ہے جیسا کہ حضرت میم

صدیقہ بنت عمران کی عصمت و عفت میں شک کرنا کفر ہے
اور جسطرح یہود بے بہبود صدیقہ مریم بنت عمران پر بہتان باندھنے
کیوجہ سے ملعون و مغضوب ہوئے اور وہ امت عیسویہ کے یہود تھے
اسی طرح صدیقہ عائشہ بنت ام رومان پر تہمت لگانیوالے بھی ملعون و
مغضوب اور امت محمدیہ کے یہود ہیں

یہ چند نتائج اور عبر جو سرسری طور پر سمجھ میں آئے نمونۃً بیان
کردیئے گئے۔ معلوم نہیں کتنے اسرار اور کتنے حکم اس واقعہ میں مضمر
ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

احکام مستنبطہ

۱۔ اسکو شر نہ سمجھو تمہارے لئے خیر ہے

۲۔ ہر آدمی کو بقدر اسکے کسب و اکتساب گناہ ہوتا ہے جتنا جو حصہ لیتا ہے
اسی حساب و مقدار سے گناہ ہوتا ہے

۳۔ جو تہمت کا بیڑا اٹھائے اسکے لئے عذاب عظیم ہے۔ مراد اس سے عبداللہ
بن ابی منافق ہے

۴۔ مومنین و مومنات کو مومنین و مومنات سے نیک گمان رکھنا چاہئے
یعنی حسن ظن تقاضائے ایمان ہے۔ من انفسھم سے اشارہ ہے جس نے مومن
کو بدنام کیا اس نے پوری قوم کو بدنام کیا۔

۵۔ صریح بہتان کہنا چاہئے۔ سنتے ہی اسکو بہتان اور صریح جھوٹ کہنا چاہئے

۶۔ تہمت زنا میں چار گواہ پیش کرنا چاہئے خواہ کوئی ہو اور حسب شرائط
ہونا چاہئے۔

۷۔ اگر چار گواہ نہیں ہیں۔ چار سے کم ایک دو یا تین گواہ ہوں۔ یا چار گواہ ہوں
اور حسب شرائط نہ ہوں۔ تو اگرچہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو مگر اللہ کے نزدیک
جھوٹے ہیں انکو جھوٹا سمجھنا اور جھوٹا کہنا واجب ہے

۸۔ تہمت کی سزا ملنے اور توبہ کرلینے کے بعد اللہ کے فضل و رحمت کا مستحق ہوتا
ہے۔ ورنہ عذاب عظیم کا مستحق ہوتا ہے۔

۹۔ جس بات کا علم نہیں اسکو ہلکا جان کر منہ سے نکالنا اللہ کے نزدیک بڑی بھاری بات ہے

۱۰۔ مناسب بات یہ ہے کہ جونہی سنے فوراً کہدے کہ ہمکو یہ بات زبان پر لانا مناسب نہیں۔

۱۱۔ ایسے موقع پر معاذاللہ کہدینا اور یہ بہت بڑا بہتان ہے کہدینا چاہئے خصوصاً جو واقعہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھتا ہو۔ وہاں کہدینا تو بہت زیادہ ضروری ہے

۱۲۔ اسی طرح علماء صلحا و اولیاء برگزیدہ اور شریف لوگوں کی شان میں بھی اسکی رعایت کرنا ضروری ہے

۱۳۔ ایسے لوگوں کے ساتھ نیک گمان رکھنا لازم ہے

۱۴۔ نہ تو اسکا یقین کرنا چاہئے اور نہ جابجا چرچا کرنا چاہئے یعنی بطور افسوس اور ہمدردی و خیر خواہی بھی چرچا نہ کرنا چاہئے

۱۵۔ مسلمانوں خصوصاً بزرگوں کو ایذا پہونچنے پر خدائے تعالیٰ کی بہت زیادہ ناراضی ہوتی ہے

۱۶۔ اگر سچ بھی ہو تو کسی کی پردہ دری سے پردہ پوشی بہرحال بہتر ہے

۱۷۔ ایسی باتوں کے پھیلانے سے بجز اس کے کہ ایمانداروں میں فحش کا چرچا ہو اور کوئی نتیجہ نہیں۔

۱۸۔ اللہ تعالیٰ نصیحت فرماتے ہیں اور کھول کھول کر آیتیں بیان فرمارہے ہیں تاکہ اگر ایسی حرکت ہوگئی ہو یعنی کسی کو تہمت لگادی ہو تو اگر ایماندار ہیں تو پھر ایسی

حرکت نہ کریں

۱۹۔ ایسی باتوں کے چرچا کرنے سے باہمی نفاق و گروہ بندی اور رنجش وغیرہ خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔

۲۰۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں انھیں حکمتوں کو ملحوظ رکھکر ایسی باتوں سے منع فرمارہے ہیں تاکہ ادب، اخلاق، تہذیب سیکھو۔

۲۱۔ جو لوگ بے حیائی کی باتوں کا چرچا کرتے ہیں ان پر دنیا میں بھی خدا کیطرف سے دردناک عذاب ہوتا ہے کہ حد قذف جاری ہوتی ہے مردود الشہادت قرار دیئے جاتے ہیں۔ لوگوں کی نظروں میں خفیف اور ساقط الاعتبار ہوجاتے ہیں اور انواع واقسام کے مصائب و آلام میں مبتلا ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی دردناک عذاب کی وعید کے مستحق ہوتے ہیں۔

۲۲۔ یہ باتیں شیطانی وساوس ہیں۔ لہٰذا اسکی پیروی نہ کرنی چاہئے کیونکہ وہ بیحیائی اور فحش کی باتیں سکھاتا ہے

۲۳۔ جسطرح بہتان باندھنے والوں پر عتاب ہوا۔ توبہ کرنیکے بعد ان پر تشدد ممنوع ہے

۲۴۔ جو پاکدامن عورت کو تہمت لگاتا ہے اس پر دنیا و آخرت میں لعنت ہوتی ہے

۲۵۔ قیامت کے دن اسکی زبان، ہاتھ، پاؤں، اس عمل بد یعنی قذف کی گواہی دینگے۔ اور اس دن اسکو پورا پورا بدلہ ملیگا

۲۶۔ بدکاری کا کیا ذکر، ازواج مطہرات تو اتنی بھولی ہیں کہ اس کی ان کو

خبر بھی نہیں ۔ یہ انکی پاکدامنی کی کامل مدح ہے

۲۷۔ گندی عورتیں گندے مردوں اور پاکباز مرد پاکباز عورتوں کے لئے ہیں

۲۸۔ ازواج مطہرات الزام سے بہ نص قرآنی قطعی بری ہیں۔ لہٰذا انکی براءت کا منکر کافر ہے

۲۹۔ انکے لئے وعدہ مغفرت ہے ۔

۳۰۔ انکے لئے عنداللہ رزق کریم ہے

خاتمہ

جہانتک شک اور یقین کا تعلق ہے کون ایسی صورت ہے جہاں احتمال اور شک کی گنجائش نہیں خصوصاً اس معاملہ میں بجز علام الغیوب تعالیٰ شانہٗ کی خبر کے کونسی خبر قطعی اور یقینی ہو سکتی ہے ۔ دوسری کوئی صورت اکثر حالات میں ایسی نہیں پائی جاتی جو قطعی اور یقینی ہو۔ اور احتمال سے خالی ہو۔ گو وہ احتمال بعید بلکہ ابعد ہی کیوں نہ ہو۔ ادھر دنیا میں کھلی جھوٹ بھی بدامنی اور فساد عظیم کا باعث ہے ۔ امن وامان کا قیام بھی ضروری ہے اسلئے شریعت مقدسہ نے چند خاص صورتوں کو یقینی قرار دیکر انھیں پر حدود و کفارات کو منوط اور مبنی کر دیا ہے مثلاً مجرم اعتراف جرم کرے یا معاملۂ زنا میں چار اور دیگر معاملات النفس والاموال میں دو گواہوں کی شرعی گواہی اور شوہر اور بیوی کے معاملہ میں لعان وغیرہ ان صورتوں میں یقین کا حکم لگا دیا جائیگا اور حدود و کفارات کے احکام نافذ کر دیئے جائینگے

لیکن جیسا کہ اوپر ذکر کیا جاچکا کہ یہ صورتیں بھی احتمال اور شک سے خالی نہیں لہٰذا یہ یقین، یقین شرعی ہوگا۔ یقین عقلی نہ ہوگا اسی یقین شرعی کی بناء پر جو کہ عقلاً مظنون ہے۔ جان و مال، عزت وآبرو کے معاملات میں حدود و کفارات کا اجراء کر دیا جائیگا۔ اور بندہ اسی یقین شرعی کا مکلف ہے چنانچہ اسی شرعی یقین کی بناء پر قصاصاً قتل، اور بجرم زنا سنگسار کرنیکا حکم

ر دیا جائیگا، وعلیٰ ھٰذا القیاس

اسی طرح تہمت لگانیوالوں کو اسی یقین شرعی نہ ہونیکی بنا پر اس قاذف کو جھوٹا کہا جائیگا اور مردود الشہادۃ قرار دیا جائیگا۔ اور کوڑوں کا مستحق ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے یہ مقرر کردہ قوانین اور اصول عام ہیں۔ وہ کسی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ تاقیامت ہر متہم کی برات انھیں قوانین کی روشنی میں ثابت ہوتی رہیگی۔ پس انھیں قوانین کی روشنی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بھی برائت ثابت اور متحقق ہوتی۔ اور یہ برات یقینی ہوتی بلکہ یقینی شرعی ہوتی۔ اور اسکے خلاف کہنے والا جھوٹا، فاسق، ملعون، مردود الشہادۃ اور کوڑوں کا مستحق ہوتا۔ لیکن یہ برادت عقلاً مشکوک و محتمل ہونیکی وجہ سے یقین عقلی نہ ہوتی۔ لہٰذا برادت کا منکر کافر نہ ہوتا کیونکہ کفر کے ثبوت کیلئے یقین عقلی کا انکار ضروری ہے

لیکن اللہ رب العزت جل جلالہ و عم نوالہ نے اپنے محبوب پیغمبر سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپکے حرم محترم کے احترام اور عظمت شان کو برقرار رکھنے کیلئے جہاں قوانین اور اصول کے ذریعہ انکی برادت کو برائت یقینی شرعی ثابت فرمائی۔ وہیں بذریعہ وحی انکی برادت کا اعلان کرکے ان کی برادت کو عقلاً بھی یقینی بنادیا۔ کیونکہ جب حضرت علام الغیوب جل جلالہ و عم نوالہ نے انکی پاک دامنی کی خبر دیدی تو اب شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ گئی لہٰذا اب انکی برادت عقلاً بھی یقینی ہوگئی۔ کیونکہ اب حضرت ام المومنین کی پاکدامنی

میں شک کرنا اللہ تعالیٰ کی خبر میں شک کرنا ہے اور سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خبر میں شک کرنا کفر ہے۔ اسلئے حضرت عائشہ صدیقہ کی برادت اور پاکدامنی میں شک کرنا کفر ہے۔ خوب سمجھ لو! جو انکی پاکدامنی میں شک کریگا وہ کافر ہوگا۔

اور دوسرے لوگ جنکی برات قوانین الٰہیہ اور اصول شرعیہ کی رُو سے ہوگی گو انکی برادت میں شک کرنا کفر نہ ہوگا تاہم اصول و قوانین شرعیہ کی خلاف ورزی کیوجہ سے شدید اور سخت معصیت ضرور ہوگی

سبحان اللہ! سردار دو عالم نبی کریم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں ہی اسلئے آپکی پاکدامنی یقینی اور قطعی ہے ہی۔ اور اب آپکے حرم محترم کی عصمت و پاکدامنی کی گواہی خدائے علام الغیوب نے دیکر انکی عصمت و طہارت و نزاہت و برادت پر بھی مہر لگا کر یقینی و قطعی بنادی۔ سچ ہے

الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات"

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین، برحمتک یا ارحم الراحمین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

وانا الاحقر الافقر محمد فاروق غفر لہ

اترانوی - الٰہ آبادی

۱۸ رجب سنہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۳ مئی سنہ ۱۹۸۱ء بروز شنبہ

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ　　وَتُصْبِحُ غَرْثَىٰ مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ

عَقِيَّةُ أَصْلٍ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ　　كِرَامِ الْمَسَاعِي مَجْدُهُمْ غَيْرُ زَائِلِ

مُهَذَّبَةٌ قَدْ طَهَّرَ اللهُ خِيمَهَا　　وَطَهَّرَهَا مِنْ كُلِّ بَغْيٍ وَبَاطِلِ

فَإِنْ كَانَ مَا قَدْ قِيلَ عَنِّي قُلْتُهُ　　فَلَا رَفَعَتْ سَوْطِي إِلَيَّ أَنَامِلِ

وَإِنَّ الَّذِي قَدْ قِيلَ لَيْسَ بِلَائِطٍ　　بِهَا الدَّهْرُ بَلْ قَوْلُ امْرِءٍ مُمَاحِلِ

فَكَيْفَ وَوُدِّي مَا حَيِيتُ وَنُصْرَتِي　　لِآلِ رَسُولِ اللهِ زَيْنُ الْمَحَافِلِ

رَأَيْتُكِ وَلْيَغْفِرْ لَكِ اللهُ حُرَّةً　　مِنَ الْمُحْصَنَاتِ غَيْرَ ذَاتِ الْغَوَائِلِ

(المؤید بروح القدس حسان بن ثابتؓ)

مصنف علام کی چند اہم تصانیف

تذکرہ اولیائے جھونسی
جھونسی شہر الٰہ آباد سے متصل ایک قدیم ترین قصبہ ہے جہاں پر بڑے نامور اہل اللہ گذرے ہیں جنکی وجہ سے ایک زمانہ میں وہ مرجع خلائق تھا۔ لیکن انکے حالات میں کوئی مختصر یا مفصل مطبوعہ کتاب ابتک ناپید تھی۔ مصنف علام نے بڑی کاوش اور محنت سے مخطوطات کی مدد سے اس کتاب کو تیار کیا ہے، کتاب مختصر ہونیکے باوجود عام مسلمانوں کے علاوہ ریسرچ اسکالروں کیلئے بھی ایک نادر تحفہ ہے۔ قیمت ۶ر روپے

مروجہ تبلیغی جماعت کی شرعی حیثیت
یہ رسالہ ایک استفتاء کا جواب ہے جسمیں موجودہ تبلیغی جماعت پر اصول شریعت کی روشنی میں بحث کیگئی ہے

باغ رضوان
یہ ایک قصیدہ ہے جو مصنف کے اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصیات اور امتیازات پر مشتمل ہے قیمت ۲ر روپے

نجوم ہدایت
صحابہ کرام کے اوصاف و محامد اور مناقب و فضائل پر ایک پرجوش اور داعیانہ نظم :-

العلم والعلماء

یہ کتاب مفتاح السعادۃ کا ترجمہ ہے جسمیں تقریباً سوا دو سو علوم و معارف کا تذکرہ ہے ۔ مصنف علام نے اسمیں بہت سے مفید اضافے بھی کئے ہیں ۔ یہ کتاب خاص طور سے علماء و طلباء کیلئے بیش قیمت تحفہ ہے ۔

(زیر طباعت)

مناظرہ رشیدیہ کی شرح :- اردو میں ۔ زیر طباعت

البلاغۃ الواضحۃ کا ترجمہ :- "

رسالت محمدیہ / عقل و نقل کی روشنی میں

اشرف السیر :- سیرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی اور علمی کارنامے

حرمتِ مسلم :- اسلام میں مسلمانوں کی عزت و آبرو کی اہمیت

وادی ایمن :- منظوم کلام

اسکے علاوہ اور بہت سی دیگر کتابیں ہمارے کتب خانے میں ہر وقت موجود رہتی ہیں ۔ آپ اپنی ہر کتابی ضرورت کے لئے ہماری خدمات حاصل کیجئے

:- مکتبہ فاروقیہ ، اترائوں ۔ الہ آباد